Dekho Kya Khub Maaza Aya Hey
City Boy
Chaya Hey
City Boy
KULFA
BALLS
City Boy
SUGAR COATED
KAJU
City Boy
SUGAR COATED
SAUNF
City Boy
SUGAR COATED
minta
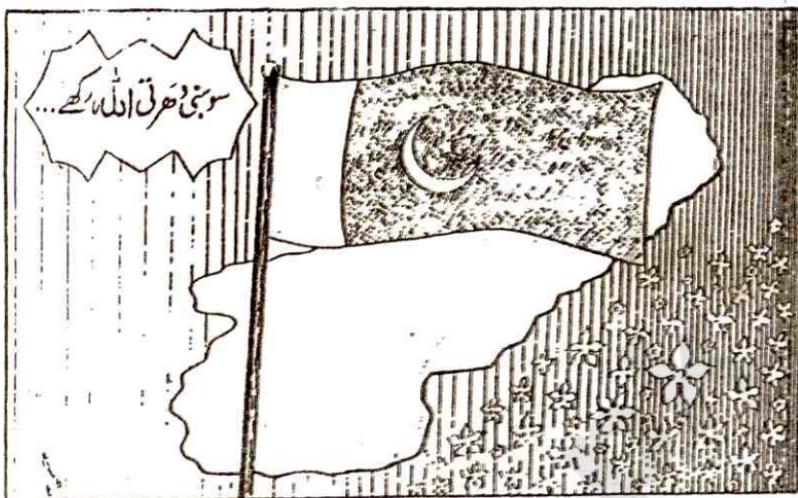
"میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا کروں اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کی تعمیر و ترقی اور اسے ایک عظیم اور شاندار مملکت بنانے کا جو بہت بڑا کام ہمیں درپیش ہے، اس کے پیش نظر ہمیں یکجہتی کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ خدا ایک ہے، رسولؐ ایک ہے، قرآن ایک ہے، اس لیے ہمیں ایک ملت بن کر متحد رہنا چاہیے۔ ایک پرانی کہاوت ہے کہ:

"اتفاق میں طاقت اور نااتفاقی میں ہلاکت ہے!"

(قائداعظم)

پشاور، ۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء جرگہ جملہ قبائل سرحد سے خطاب

اس شمارے میں

ماہنامہ
بچوں کی کہانیاں
کراچی
اکتوبر 2014
ایڈیٹرز: زرینہ - ریشماں - قرۃ العین بھٹی
چیف ایڈیٹر: مختار بھٹی
ایڈیٹر: (اعزازی) شگفتہ پروین
قیمت فی پرچہ
30.00 روپے
ڈیزائنگ شہزاد علی
ریزیڈنٹ ایڈیٹر اقبال تبسم
جلد نمبر 19 شمارہ نمبر 10
ماہنامہ بچوں کی کہانیاں کراچی، کوارٹر نمبر 50-B/8، سوکوارٹرز، کورنگی کراچی 74900
Email: bbhatti51@yahoo.com
ایڈیٹر: پبلشر مختار بھٹی
پرنٹر: سٹی پریس، تالپور روڈ، کراچی۔
رابطہ کے لئے موبائل: 0321-2859862
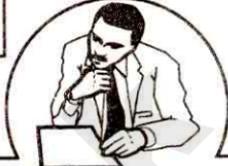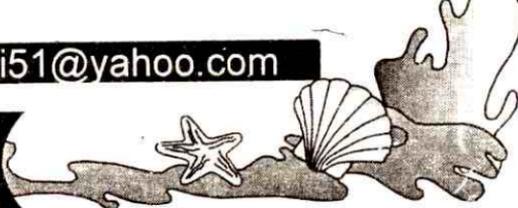
حمد باری تعالیٰ

﴿کرامت بخاری﴾

اے خدایا خدایا خدارا
موڑ دے اپنی رحمت کا دھارا

تیری بخشش کے طالب ہیں سارے
سب کو مشکل میں تیرا سہارا

تیری مخلوق تیرا ہے کنبہ
اور کنبہ بھی ہے پیارا پیارا

علم و حکمت مجھے بھی عطا ہو
آگے بڑھنے کا ہو مجھ میں یارا

تجھ سے بڑھ کر نہیں کوئی ہستی
تو ہی طوفان میں ہے کنارا

مجھ کو صحت بھی دے زندگی بھی
میں بھی ہوں اک مصیبت مارا

☆......☆......☆

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سامنے جہاں پہ نظرِ عنایت ہے آپؐ کی
ہر دل پہ ہر زباں پہ حکومت ہے آپؐ کی

دل ہے وہ دل کہ جس میں محبت ہے آپؐ کی
سر ہے وہ سر کہ جس میں عقیدت ہے آپؐ کی

پاتا ہے کل زمانہ مرادیں حضورؐ سے
ہر گام پہ ہمیں بھی ضرورت ہے آپؐ کی

چارہ نہیں ہے اُن کی سفارش بنا کوئی
مطلوب ہر کسی کو شفاعت ہے آپؐ کی

اُن پہ دُرود پڑھتے ہیں جنّ و بشر سبھی
منظور ہر ملک کو اِطاعت ہے آپؐ کی

ہر اک زبان پر ہے ضیاءؔ نام مصطفےٰؐ
چاروں طرف جہان میں شہرت ہے آپؐ کی
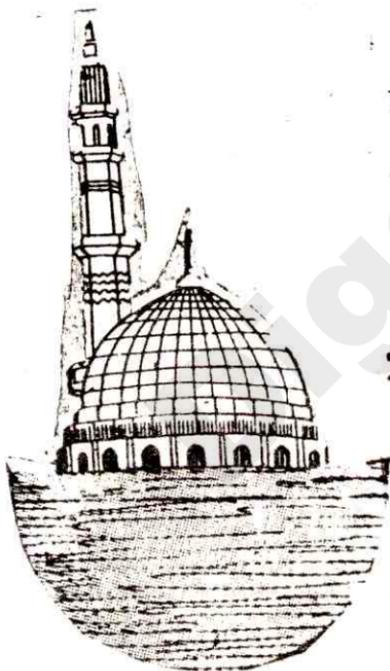
لیاقت علی ضیاءؔ

بہنا

تو ہے میری بہنا پیاری

تیری عزت شان ہماری

تو ہے میری ماں کی صورت

تو میرے بابا کی مورت

تیرا رشتہ ہے پاکیزہ

تیرے اچھے اوصاف حمیدہ

تیری میٹھی ساری باتیں

کام کی ہیں پیاری باتیں

تو نے میرا بچپن دیکھا

تو میرے ہاتھوں کی ریکھا

تو میری شادی غمی ہے

دل کے پھولوں پہ نمی ہے

اللہ تجھ کو شاد رکھے

اپنے گھر آباد رکھے

تو بابا کے سر کی دستار

تو بابا کے گلشن کی بہار

ظفر محمود انجم رلجہ جنگ

☆☆☆

شباہت حسین خان یوسفی

علم

امتحاں سر پر ہے بچو خوب تم محنت کرو
علم کے پھولوں سے اپنی بزم کی زینت کرو

علم ہی سے ایک دن بن جاؤ گے عالی وقار
علم ہی تم کو مسرت سے کرے گا ہمکنار

جو ہیں جاہل وہ جہاں میں ٹھوکریں کھاتے ہیں آج
زندگی میں ہر طرح کی زحمتیں پاتے ہیں آج

سینہ جن کا علم سے روشن ہے وہ انسان ہیں
علم سے محروم ہیں جو اصل میں حیوان ہیں

بے پڑھے رہ کر ہمیشہ بے ادب رہ جاؤ گے
پیٹ بھرنے کے لئے کیا بوؤ گے کیا کھاؤ گے

علم جب حاصل کرو گے تو ادب بھی آئے گا
اور تمہارا نام روشن چاند سا ہو جائے گا

یوسفی یہ علم ساری عمر جا سکتا نہیں
یہ وہ ایسی چیز ہے کوئی چرا سکتا نہیں

اے نگارِ وطن۔۔۔۔

ایس۔ امتیاز احمد کراچی

یہ پیاری زمیں یہ پیارا وطن
نظم وضبط کے عمل سے ہے یہ پیارا وطن
اے نگار وطن، اے نگار وطن
کتنا خون بہا، کتنی گردنیں کٹیں
بزرگوں کی قربانیوں کے بعد
ہم کو خدا نے عطا یہ کیا
یہ ہماری زمیں اور یہ نیلا گگن
اے نگار وطن، اے نگار وطن
آزادی کے نغمے کیوں نہ گائیں
گھر گھر خوشیاں کیوں نہ منائیں
دل سے بھی پیارا اور جان سے بھی پیارا
اے نگار وطن، اے نگار وطن

بچکانہ شوق

صبا اکبر آبادی
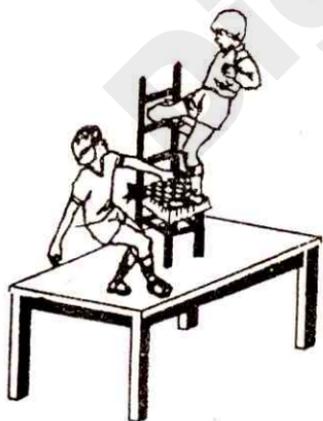
ابھی ہم عقل کے تھوڑے تھے کچے
دیے کمرے میں ایک چڑیا نے بچے
وہ چڑیا ان کو جب دانہ کھلاتی
کہیں سے چونچ میں تنکے بھی لاتی
بڑی خواہش تھی اس کو دیکھنے کی
مگر تھی گھونسلے کی حد بھی اونچی
وہ بچے کرتے تھے ہر وقت چیں چیں
تصور میں نظر آتے تھے رنگیں
کوئی سیڑھی نہ تھی جس کو لگاتے
اور اس پر چڑھ کے بچے دیکھ آتے
پھر اک ترکیب ہم نے یہ نکالی
کہ چھوٹی میز اک نیچے لگا لی
اور اس پر ایک کرسی کو چڑھایا
نئے انداز کا زینہ بنایا
وہیں کمرے میں تھی اک چارپائی
جو اس موقع پہ اپنے کام آئی
چڑھے جب میز کو سیڑھی بنا کر
کھڑے پھر ہوگئے کرسی پہ جا کر
بڑی کوشش کی اپنے حوصلے تک
نہ پہنچا ہاتھ پھر بھی گھونسلے تک
یکایک پاؤں اپنے ڈگمگائے
گرے کرسی سے اور بستر تک آئے
اگر اس وقت وہ بستر نہ ہوتا
وہ بچے ہوتے، اپنا سر نہ ہوتا

سب مل کر عہد کریں

سلمیٰ کنول
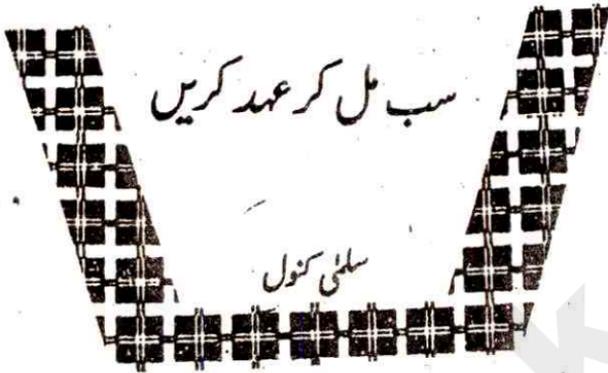
اچھے اچھے کام کریں گے نیکی کو پھیلائیں گے
ہم سب مل کر اپنا نام، دیس کا نام چمکائیں گے

اپنے دیس کی عزت پر حرف نہ آنے دیں گے ہم
کہنے کی یہ بات نہیں ہے عمل سے بھی دکھلائیں گے ہم

پاک نبیؐ کے نقش قدم پر چلنے میں ہے فلاح ہماری
ایک ہی بات گھر گھر جا کر ہر اک کو بتلائیں گے

دین کی خاطر دیس کی خاطر اپنی جان بھی حاضر ہے
وقت آنے پر سب دیکھیں گے ہم بازی لے جائیں گے

گندی گندی باتوں کو اور گندے گندے کاموں کو
ہرگز نہ اپنائیں گے ہرگز نہ اپنائیں گے

مختار بھٹی

بدبختوں کا انجام

حضرت عامر بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک میرے والد مرتبہ حضرت سعدؓ کا گزر چند لوگوں پر ہوا جو ایک آدمی پر جھکے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر وہ ان کے قریب آ گئے تو دیکھا کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو سب وشتم کا نشانہ بنا رہا ہے۔ حضرت سعدؓ نے اسے منع فرمایا تو اس نے اپنا سر اٹھایا اور بولا: وہ تینوں مجھے دھمکی دیتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت سعدؓ چل پڑے اور ایک شخص کے گھر جا کر پانی منگوایا، پھر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اس شخص نے ایسے لوگوں کو برا بھلا کہا، جن کو ملامت کرنے سے تو ناراض ہو جاتا ہے، تو اے اللہ! آج اس شخص کو ایسی سزا دیجئے، جو دنیا جہا[ن] والوں کے لئے عبرت بن جائے۔ یہ کہنا تھا کہ بدکی ہوئی اونٹنی ایک شخص کے گھر سے نکلی، جس کو کوئی چیز روک نہ سکی۔ حتیٰ کہ اس نے لوگوں میں گھس کر اس شخص کو اس وقت تک پیروں سے کچلا، جب تک وہ مر نہ گیا۔

داویؒ فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ سب حضرت سعدؓ کی طرف بھاگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ”اے ابو اسحاق! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی۔ اے ابو اسحاق! اللہ نے آپ کی دعا سن لی۔“

> **حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا**
>
> بچوں سے پیار کریں اور بزرگوں کا ادب کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ دوسروں کی [illegible] جائیں گے۔

مظلوم کی بددُعا

ابن خان ''وزیر جعفر بن عثمان'' سے روایت کرتے ہیں: جب ان کو مطبق (زیر زمین قید خانہ) کی طرف لے جانے کا حکم ہوا تو اپنے اہل وعیال کو الوداع کرتے ہوئے کہا: ''یہ دعا کے پورے ہونے کا وقت ہے، جس کا میں پچھلے چالیس برس سے انتظار کر رہا ہوں۔'' ان سے اس دعا کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا: ''ناصر کے دور میں ایک شخص دربار میں لایا گیا جس کی چغلی ناصر سے کر دی گئی تھی، تو اس کا معاملہ اس کی خوشگوار حالت کی تبدیلی اور عمر قید پر پہنچ گیا'' ایک دن جب میں سو رہا تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا: ''فلاں کو آزاد کر دو اس کی دعا تمھارے بارے میں قبول ہو چکی ہے، لہٰذا اب تم ضرور کسی بھی حادثے کا شکار ہو سکتے ہو'' تو میں گھبراتا ہوا بیدار ہوا اور اس آدمی کو بلایا جب وہ آیا تو میں نے اس کو اپنا خواب سنایا اور اسے قسم دلائی کہ تم نے جو بددعا مجھے دی ہے وہ مجھے بتاؤ۔

کہنے لگا: ''میں نے یہ بددعا دی ہے کہ اللہ تم کو سب سے زیادہ تنگ قید خانے میں موت دے جیسا کہ تم نے اس تنگ قید خانے کو ایک مدت تک مجھ سے آباد رکھا ہے۔''

میں سمجھ گیا کہ اس کی بددعا لگ گئی اور مجھے بڑی شرمندگی ہوئی، لیکن شرمندگی کچھ فائدہ نہ دے سکی تو میں نے اس کو رہا کر دیا، اور میں خود اس کی بددعا کا قید کے اندر انتظار کرنے لگا۔

کہا گیا ہے: وہ قید میں کچھ ہی دنوں بعد مردہ نکالا گیا اور اپنے گھر والوں کے سپرد کر دیا گیا، چنانچہ اس کی موت کے بارے میں بعض نے کہا: اس نے مطبق میں جو ''بیت البراغیث

"سے مشہور تھا گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی اور بعض نے کہا: اس کو حیلے سے زہریلا شربت پلا دیا گیا۔

محمد بن اسماعیل منصور کے کاتب کہتے ہیں: میں محمد بن سلمہ کے ساتھ جعفر بن عثمان کی لاش کو اس کے اہل وعیال کے سپرد کرنے اور اس کو دفنانے میں شریک ہونے "زہرائی" گیا تو میں نے جعفر کی طرف دیکھا کہ اس پر کوئی نشان نہ تھا اور کوئی چیز اس کے جسم پر ایسی نہ تھی جو اس کو چھپائے، بجز ایک پھٹے ہوئے کمبل کے جس کسی چوکیدار کا تھا، جس سے اس کو ڈھانکا ہوا تھا، محمد بن سلمہ نے اس کے لئے ایک نہلانے والے کو بلایا "اللہ کی قسم!" اس نے اس کو ایک لکڑی کے ٹکڑے پر جو کہ دروازے کے ایک جانب سے نکالا گیا تھا، نہلایا، اس کے بعد ہم اس کی نعش کو لے کر اس کی قبر کی طرف چلے، اور ہمارے ساتھ ایک امام صاحب کے علاوہ جس کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا تھا اور کوئی نہ تھا اور کسی نے بھی اسے دیکھنا پسند نہیں کیا۔ (البیان المغرب: ۲/۲۸۰)

نوٹ۔

جب بھی کسی نماز کے اندر یا باہر کوئی برا خیال آئے تو وہ فوراً اعوذ باللہ" پڑھے۔ تو شیطانی وسوسے دور ہو جائیں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

☆ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

☆ ان موقعوں پر بھی پڑھیں۔

☆ گدھے اور کتے کی آواز سن کر

☆ قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے

☆ جب بھی زبان سے کوئی بری بات نکل جائے اس کو پڑھنے سے منہ پاک ہو جاتا ہے۔

☆ بدخوابی اور برا خواب دیکھ کر تین دفعہ "اعوذ باللہ" پڑھ کر بائیں طرف تھتکاریں اور کروٹ بدل لیں۔ یہ بہترین دعا بھی ہے۔

☆

قائداعظم کے آخری دستخط

فرخ امین

پاکستان بننے کے اعلان کے بعد حکومت پاکستان کے پہلے سکریٹری جنرل چودھری محمد علی صاحب نے جناب فرخ امین کو قائداعظم کا اسسٹنٹ پرائیویٹ سکریٹری مقرر کیا تھا۔فرخ امین صاحب نے قائداعظم کے آخری دستخط کا جو درج ذیل واقعہ بیان کیا ہے اس سے بیماری اور انتہائی کمزوری کے باوجود پاکستان کی خدمت کے لیے قائداعظم کے عزم کا اندازہ ہوتا ہے۔

بیماری کے پورے زمانے میں قائداعظم نے اس وقت تک سرکاری کاموں کا سلسلہ جاری رکھا، جب تک ان میں ذرا بھی سکت باقی رہی۔ ہم انھیں کاموں کی اطلاع نہ دیتے، لیکن اگر انھیں پتا چل جاتا تو وہ کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتے۔ مجھے وہ دن ہمیشہ یاد رہے گا، جب انھوں نے یو این او میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لیے سر محمد ظفر اللہ خاں کو پورے اختیارات دینے کے لیے آخری سرکاری کاغذ پر دستخط کیے۔

قائداعظم اپنی مسہری پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے کاغذ ان کے سامنے پیش کیا۔اس پر نظر ڈال کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: ''امین! کچھ نظر نہیں آرہا۔''

میں نے یہ سمجھ کر کہ روشنی کی کمی کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے، بجلی روشن کر دی۔ قائداعظم نے پھر نظر ڈالی اور اسے پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے ذرا سی دیر میں نظر ہٹالی اور میری طرف دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ اب بھی پڑھنے میں انھیں دقت ہو رہی ہے۔ کمرے کے بائیں طرف ایک کھڑکی تھی۔ اس پر ایک موٹا سا پردہ پڑا ہوا تھا۔ کھڑکی کے پاس جا کر میں نے پردہ سرکا دیا کہ باہر سے روشنی آسکے۔اس مرتبہ بھی قائداعظم کاغذ کی عبارت اچھی طرح نہ پڑھ سکے۔دل کہہ رہا تھا کہ یا اللہ! یہ

کیا ہوا۔ اتنے میں مجھے دیکھا اور فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھاؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ ان کی پسلیوں کے پیچھے ہاتھ رکھ کر آہستہ سے سہارا دیا اور پیچھے کی طرف دو تکیے رکھ کر انھیں بٹھانے کی کوشش کی، لیکن قائداعظم کے لیے یہ بھی ممکن نہ ہوا کہ وہ اس طرح بیٹھ کر کاغذ پر دستخط کر سکیں۔ اس صورت حال سے بڑی الجھن ہوئی۔ وہ مجھ سے فرمانے لگے کہ مجھے سہارا دو تاکہ میں پوری طرح بیٹھ سکوں۔ میں نے ہاتھوں کے سہارے سے ان کے جسم کو اور سیدھا کیا۔ میں ان کے سامنے کی طرف کھڑا تھا اور میرے دونوں ہاتھ ان کی پسلیوں کے نیچے تھے۔ اس طرح اگر وہ کاغذ پر دستخط کرنا بھی چاہتے تو میرے دونوں ہاتھ ان کے لیے رکاوٹ پیدا کرتے، اس لیے میں نے ان کے جسم کو ایک ہاتھ سے روکا اور پیچھے کی طرف جا کر انھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے سنبھال لیا۔ اس وقت میرے دل کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے میں نے شیشے کی بہت نازک سی چیز پکڑ رکھی ہے اور میری ذرا سی کوتاہی سے بھی اس نازک شیشے میں بال پڑ جائے گا۔

قائداعظم نے اس وقت فرمایا: ''مضبوطی سے پکڑو۔'' یہ الفاظ تحکمانہ انداز میں فرمائے گئے تھے، لیکن آواز میں کسی قدر کم زوری تھی۔

اس طرح قائداعظم نے بڑی مشکل سے اس کاغذ پر دستخط کیے۔ اس دستخط کا نقش اب بھی میرے پاس ہے۔ ان میں قائداعظم کے پچھلے دستخطوں کی سی استواری نہ تھی۔ اس وقت میرا دل رو رہا تھا۔ یہ کم زور جسم اور ہڈیوں کا ڈھانچا جسے میں نے اپنے ہاتھوں میں سنبھال رکھا تھا، اس شخص کا تھا جس نے برسوں ہندستانی اور انگریزی سیاست دانوں کا مقابلہ کیا اور جس نے ہندستان کے مسلمانوں کو ایک منظم اور طاقت ور قوم بنا دیا۔ ان کی آج یہ حالت ہے کہ جب وہ کاغذ پر دستخط کر چکے تو قطعی تھک چکے تھے۔ انھوں نے بڑے دردناک انداز میں فرمایا: ''امین! میں بھی ہانپ رہا ہوں اور تم بھی ہانپ رہے ہو۔'' میرا سانس بے شک تیز تھا۔ میں اس لیے ہانپ رہا تھا کہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش نے مجھے تھکا دیا تھا۔ میرے ہاتھوں اور میرے جسم

سے لگی ہوئی پاکستان کی سب سے محبوب شخصیت تھی۔ وہ شخصیت جس کے ایک اشارے پر لاکھوں آدمی اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہو جائیں۔ اس صورت حال نے میرے ذہن میں جو اضطراب پیدا کیا تھا وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ اس لیے میں قائداعظم کو بستر پر لٹاتے ہی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا اور خوب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں

میں ایک روز قائداعظم محمد علی جناح کی کوٹھی پر صبح ہی صبح نہایت ضروری کام سے پہنچا اور ملازم کو اطلاع کرنے کو کہا۔ ملازم نے کہا کہ اس وقت ہم کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ تھوڑی دیر میں جناح صاحب خود تشریف لے آئیں گے، چوں کہ مجھے ضروری کام تھا اور اس کو جلد سے جلد جناح صاحب سے کہنا چاہتا تھا، اس لیے مجھے ملازم پر غصہ آیا اور میں خود کمرے میں چلا گیا۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں پھر تیسرے کمرے میں پہنچا تو برابر کے کمرے سے مجھے کسی کے بلک بِلک کر رونے اور کچھ کہنے کی آواز آئی، چوں کہ یہ جناح صاحب کی آواز تھی، اس لیے میں گھبرایا اور آہستہ سے پردہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سجدے میں پڑے ہیں اور بہت ہی بے قراری کے ساتھ دعا مانگ رہے ہیں۔ میں دبے پاؤں وہاں سے واپس آ گیا اور اب تو بھائی! جب جاتا ہوں اور ملازم کہتا ہے کہ اندر ہیں تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سجدے میں پڑے ہوئے دعا کر رہے ہیں۔ میرے تصور میں ہر وقت وہی تصویر اور وہی آواز رہتی ہے۔

(مولانا حسرت موہانی)

قسط نمبر ۳

جنابر جن

اقبال تبسم

دوسرا حصہ

رانی مہارانی ...... یہ تم نے خوب کہی ہے کہ میں ابھی سے پوری دنیا کا بادشاہ ہوں، فی الحال تو میں در بدر ہوں، میں تو اپنے ملک میں بھی نہیں ہوں۔

تم بہت جلد اپنے ملک بھی جاؤ گے اور وہاں کے بادشاہ بھی بن کر جاؤ گے اور پوری دنیا کے بادشاہ بھی بنو گے یہ میرا دعویٰ ہے اور میں نے آج تک جتنے بھی دعوے کیے ہیں وہ سچ ثابت ہوئے ہیں......

ہرے کرشن اور ہر ہر دیو تمہاری زبان مبارک کرے، اور ہاں رہی بات تمہیں بھول جانے کی تو یہ تم اپنے ذہن سے نکال دو کہ فتح کی خوشی میں میں تمہیں بھول جاؤں گا، یاد رکھو فتح کے بعد فتح کا جشن میں تم سے شادی کر کے مناؤں گا تا کہ فتح کا مزہ دوبالا ہو جائے۔

ہاں یہ ٹھیک ہے ہم شادی فتح کے جشن سے پہلے کریں گے۔

بالکل ٹھیک ......اوکے میں اب جاؤں گا، شاقہ جن نے کہا اور ایک بڑے صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، دوسری طرف دروازے کے ساتھ کھڑا ہوا کمانڈو بھی فوراً ہی اِدھر اُدھر ہو گیا، یہاں سے وہ سیدھا اپنے کمانڈو دوستوں کے پاس پہنچ گیا اور انہیں جا کر رانی مہارانی اور شاقہ کے حوالے سے پوری سٹوری سنا کر ان سے مشورہ مانگا کہ کیا کیا جائے......؟ اس کا خیال تھا کوہ قاف کے سردار بادشاہ کو رانی

مہارانی اور شاقہ کے حوالے سے پوری سٹوری سنا دی جائے کہ کس طرح رانی مہارانی اس سے بے وفائی کی مرتکب ہو رہی ہے اور جس شاقہ کو اس نے اپنے ملک میں پناہ دے رکھی ہے وہ اس کی رانی مہارانی کو بہکا رہا ہے جو اب میں ایک کمانڈو کہنے لگا۔۔۔

کوہ قاف کے سردار بادشاہ کو اطلاع دینے کی بجائے اپنے ملک کے سردار جنابر کو ساری رپورٹ بھیج دی جائے وہ جو فیصلہ کرے گا اہم ہوگا، دوسرے کمانڈو نے کہا

یہ زبردست رپورٹ ہے بہتر یہ ہے کہ سردار بادشاہ کو پوری خبر دے دی جائے اس سے ہمیں دوہرا فائدہ ہوگا کہ

ایک طرف سردار بادشاہ پر ہمارا اعتماد بحال ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ سردار بادشاہ اور شاقہ کی آپس میں دشمنی ہو جائے گی اور سردار بادشاہ شاقہ جن کو قتل کرنے کے درپے ہو جائے گا اور اگر شاقہ جن قتل ہو گیا تو ہمارا سوہنا ملک جنگ سے بھی محفوظ رہے گا کہ ہمارے ملک کی کوہ قاف سے براہ راست جنگ نہیں ہے بلکہ کوہ قاف شاقہ جن کی حمایت میں ہم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے ویسے بھی ایک بات ذہن نشین کرلو کہ

اگر تم نے یہ پوری رپورٹ سردار بادشاہ کی نظر میں اچھا بننے کے لئے اسے دے دی تو اس کا مطلب یہ ہوا تم نے ایک کافر سے مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے ورنہ اس سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اور ان بتوں کے پجاریوں سے ہاتھ ملانا سیدھی سیدھی اسلام دشمنی ہے اور یہ بت پرستی جب تک زندہ ہے ہندو مذہب اسلام میں نقب لگانے کی مسلسل کوشش کرتا رہے گا لہٰذا ہمیں اس کی مدد کو نہیں پہنچنا، ورنہ یہ بت پرست اپنی دوستی کا فریب جاری رکھے گا جس سے عالم اسلام کو سخت خطرہ لاحق رہے گا، یہ ہندوؤں کا کہنا ہے یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ مذہب اسلام کے پیروکاروں کے خلاف اتنی نفرت پیدا کر دو کہ کوئی بھی جن بھوت دیو مذہب اسلام قبول کرنا تو درکنار کسی مسلمان کے قریب سے بھی نہ گزرے کہ بھشٹ ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہندوؤں کے خلاف اس قدر نفرت پھیلائی جائے کہ مسلمان ان کی طرف دیکھنا بھی حرام سمجھے انہیں اپنے مذہب سے نفرت ہو جائے۔ یہ اپنے پتھر کے دیوتاؤں سے نفرت کریں ان پر باقاعدہ تھوکیں، ان کافروں کے خلاف جو کچھ کر سکتے ہیں آج ہی کر لیں کہ ہم زندہ ہیں

ورنہ کل ہماری قبریں یا مقبرے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، مستقبل کا خونی کھیل ہمارے مقبروں کے اردگرد کھیلا جاتا رہے گا، یہ زہریلے ناگ ہیں ان کا کام صرف ڈسنا ہے ان سانپ اور بچھوؤں کی سرشت میں فطرت میں یہ شامل ہے کہ ڈنک ماریں۔

اللہ انسان کی تخلیق نہیں، انسان اس کی تخلیق ہے ان ہندوؤں نے سانپ کو کسی نے عورت کو کسی نے پتھر کو تراش کر شیراں والی ماں بنا رکھا ہے اور کسی نے نیچے کا دھڑ جانور کا اور چہرہ انسان کا بنا کر انہیں اپنے خداؤں کا درجہ دے رکھا ہے، ایک درخت خود کو کٹوا کر اپنی لاکھوں تیلیاں بنوا لیتا ہے تا کہ انسانیت کے کام آسکے مگر ان ہی میں سے ایک تیلی پورے جنگل کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

انسان ہر وقت صرف اپنے فائدے کا سوچتا ہے خواہ وہ کسی کا نقصان کر کے ہی حاصل کیوں نہ ہو لیکن ربّ ذوالجلال صرف ہمارے فائدے کا ہی سوچتا ہے اور کسی کا بھی نقصان کئے بغیر سوچتا ہے۔

دیکھو میں نے تمہیں خوبصورت باتیں بتائی ہیں لہٰذا ان پر سوچو اور عمل کر دو، ہم جنابر جن جو ہمارے سردار ہیں کے حکم پر یہاں جاسوسی کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں اور اب ہمیں ذرا سی اچھی رپورٹ ملی ہے تو ہم اب اپنے سردار کا حق نمک کیوں نہ ادا کریں؟

ٹھیک کہتے ہو تم، میرے دماغ کے پیچ کھل گئے ہیں، میں یہ زبردست رپورٹ اپنے پیارے ملک اپنی اسٹیٹ قفقازستان، جنستان، جنابستان کے سردار جنابر کو ابھی بھیجوں گا ہم تینوں میں سے یہ رپورٹ سردار جنابر کے پاس کون لے کر جائے گا؟ پہلے کمانڈو نے دوسرے دونوں کمانڈو سے سوال کیا تو وہ دونوں خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور کچھ سوچنے لگے چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد ایک کمانڈو کہنے لگا۔

چونکہ یہ معرکہ تم نے سر کیا ہے لہٰذا یہ رپورٹ بھی تم ہی سردار جنابر کے پاس لے کر جاؤ لیکن فوراً ہی دوسرا کمانڈو بھی بول پڑا۔

ٹہرو...... ابھی کوئی بھی قفقازستان نہیں

جائے گا، ہم نے ابھی تک مذکورہ پہلو کا صرف ایک رخ دیکھا ہے اس کے دوسرے پہلو پر غور نہیں کیا۔

وہ کیا......؟ اسی لمحے پہلا کمانڈو بول پڑا اور دوسرا کمانڈو کہنے لگا

اگر ہم تینوں میں سے ایک بھی غائب ہوا تو پورے محل میں ہم میں سے کسی ایک کے غائب ہونے کا زبردست شور اٹھے گا اور بھگدڑ مچے گی اور پھر جب ہم میں سے ایک نہیں ملے گا تو پیچھے رہ جانے والے دونوں کو گرفتار کر لیا جائے گا اور اس طرح ہمارا مشن ناکام ہو جائے گا۔

ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر کیا کیا جائے؟

میرا خیال ہے ابھی بات کو دبا لیا جائے ایک تو تھوڑا سا وقت کا انتظار کیا جائے اور دوسرے اصل مشن کی طرف توجہ دی جائے۔

اصل مشن......؟؟

ہاں اصل مشن

وہ کون سا ہے؟

ہمارا اصل مشن سردار جنابر کی بات پر عمل کرنا ہے

ہاں ہاں یاد آ گیا ہے

کیا یاد آ گیا ہے؟

وہی مشن

یار کھل کے بات کرو

تو پھر ادھر میرے قریب ہو جاؤ کھلکر و

لو ہم قریب ہو گئے ہیں اب بولو......اور پہلے کمانڈو نے ادھر ادھر اچھی طرح دیکھا اور جب ذرا تسلی ہو گئی کہ انہیں کوئی نہیں دیکھ یا سن رہا تو وہ بولا

میرے اچھے ساتھیو، ہم سے کہا گیا تھا کہ شاقہ جن کی خبر لے کر آؤ کہ وہ کب یا کب تک ہماری طرف پیش قدمی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

او ہاں، دونوں کمانڈو بیک وقت بول اٹھے اس کا تو ہمیں دھیان ہی نہیں رہا تھا، پھر اب کیا کیا جائے؟ رپورٹ کو دبا لیا جائے؟

ایک کمانڈو نے سوال کیا

نہیں دبایا نہ جائے

پھر......؟؟

پھر ...... ؟ ہاں پھر یہ کیا جائے کہ ہفتے کے روز کا انتظار کیا جائے

کیوں ...... ؟

اس لئے کہ ہفتے کے روز سردار بادشاہ شکار کے لئے جنگل میں جایا کرتا ہے اور اتوار کی شام کو واپس آیا کرتا ہے جونہی وہ شکار پر جانے کے لئے محل سے نکل کر جنگل کی طرف کا رخ کرے رپورٹ حاصل کرنے والا جن بھی جنستان قفقاز ستان کی طرف پرواز کر جائے اور سردار جنابر جن کے حوالے رپورٹ کر کے اسی رات واپس آجائے، کیوں کیسا ہے؟

واہ ...... بالکل درست ...... کیا تجویز ہے ...... زبردست،

تو پھر طے ہوا کہ میں ہفتے کی رات سردار بادشاہ کی جنگل میں روانگی کے فوراً بعد اپنے پیارے دیس قفقاز ستان، جنابستان، جنستان کو روانہ ہو جاؤں گا اور ہاں سنو میں تم سے ملاقات کے لئے نہیں آؤں گا۔

ہاں ٹھیک ہے تم کسی بھی قسم کا وقت ضائع کئے بغیر قفقاز ستان کو نکل جاؤ گے اور اپنی اہم ترین خبر اپنے جرنیل کے حوالے کر کے اسی وقت واپسی کا سفر شروع کر دو گے تم کم از کم دس لاکھ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرو گے تو ٹوٹل بارہ گھنٹے کا سفر ہوگا ایک مزید گھنٹہ تمہیں وہاں رکنے پر لگ جائے گا اپنے بیوی بچوں کو ملنے کے لئے وقت نکالنے کی کوشش بالکل نہ کرنا ورنہ تمہاری واپسی سے پہلے سردار بادشاہ کی جنگل سے واپسی ہو جائے گی جو کسی بھی طرح سے اچھا پہلو نہیں ہوگا۔

آج کیا دن ہے؟

آج جمعۃ المبارک ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کل شام کے بعد میری روانگی ہے۔

ہاں بالکل ٹھیک ہے

تو پھر میں تم سے ابھی جدا ہوتا ہوں

وہ کس لئے ...... ؟

وہ اس لئے کہ میں آج سردار بادشاہ کا پورا محل گھوموں گا سبھی کی نظروں میں آؤں گا ...... تاکہ محل کے سبھی لوگ گواہ رہیں کہ میں ادھر ہی ہوں کہیں غائب نہیں ہوا تھا

او...... ہاں بالکل درست ہے تم ابھی اور اسی وقت محل کی گرداوری کرو

لو پھر میں گیا..... کمانڈو جن نے کہا اور اسی وقت ہوا میں تحلیل ہو کر وہاں سے غائب ہو گیا، اور محل کا ہر کونا ہر گلی گھوما ہر وہ جگہ گھوم کر جہاں آنے جانے والے جن زیادہ تھے ان کی نظروں میں آتا رہا اور پھر جونہی اسے خبر ملی کہ

سردار بادشاہ جنگل میں شکار کے لئے روانہ ہو گئے ہیں تو وہ بھی اسی وقت وہاں سے غائب ہو گیا کمانڈو جن ہواؤں میں فضاؤں میں بادلوں میں جمی ہوئی برفوں میں تیرتا ہوا تیزی کے ساتھ اڑتا چلا گیا، اڑتا چلا گیا اڑتا ہی چلا گیا وہ راستے میں مسلسل اللہ جی کے حضور میں اپنی کامیابی کے لئے دعائیں کرتا جا رہا تھا

......

اے اللہ کریم تو رحمٰن ہے رحیم ہے عظیم ہے میں جو کچھ کرنے جا رہا ہوں تیرے نام پر کر رہا ہوں، مجھے ہمت اور استقلال عطا فرما کہ میں کفرستان کی دھرتی پر ثابت کر سکوں کہ تیرا ہی نام برحق ہے اور تیری ہی ذات سچی ہے

، کہ راستے میں اچانک ایک قرامطی جن نے کمانڈو پر حملہ کر دیا یہ جن ڈاکو تھا جس نے کمانڈو پر اچانک حملہ کر دیا تھا لیکن چونکہ کمانڈو اپنی بے دھیانی میں تھا اس لئے وہ لڑھکتا ہوا فضاؤں سے بہت نیچے آ گیا اور چکرا گیا لیکن اللہ جی کا شکر ہوا کہ وہ ڈاکو جن کی گرفت میں آنے سے بچ گیا اس نے اسی تیزی سے ابر کی طرف پرواز کی اور وہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی، وہ کمزور نہیں تھا نہ ڈرپوک تھا وہ چاہتا تو ڈاکو جن کی بڑی اچھی خبر لے سکتا تھا لیکن وہ بہت جلدی میں تھا اور جلد سے جلد اپنے سردار جنابر تک پہنچ جانا چاہتا تھا کیونکہ اسے اسی رات واپس سردار بادشاہ کے دیس کوہ قاف میں بھی پہنچنا تھا اس لئے کمانڈو ڈاکو جن سے مقابلہ کرنے کی بجائے چل پہ چل دیئے جا رہا تھا کہ اچانک اس پر بم سے حملہ ہوا وہ بہت پریشان ہوا کہ یہ بم کدھر سے آ گیا ہے کہ ڈاکو جن تو فضاؤں میں اس کے سامنے تھا اس نے تیزی کے اس طرف ڈائی لگائی جس طرف سے بم آیا تھا اس نے دیکھا

ایک دوسرا ڈاکو جن برف کے بادلوں میں گڑھا کھود کر چھپا ہوا تھا اور وہیں سے وہ کمانڈو جن پر دوسرا بم حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ کمانڈو جن نے پھرتی کے ساتھ اس پر ڈائی ماری اور اسے قابو کر لیا اور اسے زور آزمائی کے بعد بم بھی چھین لیا اور وہاں سے نکلنے ہی والا تھا کہ اچانک دوسری طرف سے بھی اس پر دستی بم پھینک دیا گیا اس نے پھرتی کے ساتھ ہوا میں ڈائی لگائی برف کے بیچوں بیچ کھدے ہوئے دوسرے گڑھے میں پہنچ گیا اسے بھی قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ڈاکوؤں کا سردار جن کمانڈو پر جھپٹ پڑا اس کے ساتھ ہی اس پر برف کے بادلوں میں بنے ہوئے بہت سے گڑھوں میں سے دستی بموں سے حملے ہونے لگے یہ ایک کمانڈو جن کے مقابلے میں بیسیوں ڈاکو جن جھپٹ پڑنے کی تیاری کر رہے تھے لیکن وہ بھی کمانڈو تھا اس نے فضاؤں سے نیچے دھرتی کی طرف پھرتی کے ساتھ ڈائی لگا دی اور سراعت کے ساتھ کالے بادلوں میں جا گھسا اور یہیں سے وہ کالے بادلوں کے اندر چھپتا ہوا ان ڈاکو جنوں سے ہزاروں میل دور جا نکلا اور ڈاکو جن اسے کالے سیاہ بادلوں کے اندر ڈھونڈتے رہ گئے ۔

ادھر اس کی منزل بھی قریب آ رہی تھی وہ اور تیزی کے ساتھ پرواز کرنے لگا کہ راستے میں کم از کم اس کے تیس منٹ ضائع ہو گئے تھے لیکن اللہ کا شکر ہوا کہ ڈاکوؤں کے نرغے میں آنے سے بچ گیا تھا اور اب وہ اور بھی تیز ہو کر فضاؤں کو چیر رہا تھا اور تیز اور تیز ہو رہا تھا کہ اس نے وقت پر واپس پہنچنا تھا اور اس کی تیزیاں رنگ لائیں اور وہ وقت پر اپنے سردار جنابر جن کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اب وہ اپنے سردار جنابر جن کو شاقہ جن اور کوہ قاف کی رانی مہارانی کے بیچوں کی کہانی سنا رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ شاقہ جن اپنے محسن سے بھی غداری کر رہا ہے...... جنابر جن اپنے جاسوس کمانڈو سے ساری رپورٹ سن کر اچانک غصے میں آ گیا اور کہنے لگا......

لعنت ہو ایسے جن پر جو اپنے محسن کے

ساتھ بھی غداری کر رہا ہے اس کی بیوی سردار بادشاہ کی بیوی رانی مہارانی پر بھی لعنت ہو کہ وہ ایک ملک سے بھاگے ہوئے مجرم سے پینگیں بڑھا رہی ہے یہی نہیں اپنے ہی ملک پر اپنے ہی شوہر کو مروا کر خود بادشاہ بننے کے چکر میں ہے اور پھر شاقہ جیسے غدار کی رانی مہارانی بننا چاہتی ہے لاحول ولاقوۃ

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوہ قاف کا قومی کردار، ایمان کا بت وقار، روایات کا بت، وحدت کا بت اور سبھی بُت ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں۔ کوہ قاف پر ایسا طلسم طاری ہو چکا ہے کہ وہ بُھر بُھری مٹی کے بت بن گئے ہیں ان کی اپنی ہی آندھیوں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا ہے اور کر رہے ہیں۔

سردار جنابر میری خواہش ہے کہ میں ابھی اور اسی وقت واپس کوہ قاف کی طرف گھوم جاؤں......

ہاں فوراً واپسی کا رخت باندھو، میں تمہاری حساس ذمہ داریوں کو خوب سمجھتا ہوں اور ہاں شاباش کہ تم نے زبردست جاسوسی کی ہے اور بڑی اچھی جگہ داخل ہو گئے ہو سردار بادشاہ اور شاقہ جن کی طرف اسی طرح بھرپور نظر رکھو اور خاص طور پر یہ خبر نکالو کہ شاقہ کی تیاریاں کیا ہیں اور اس کے ارادے کیا ہیں اور وہ کب تک ہماری طرف بڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

ٹھیک ہے سردار، ہم تینوں کی نظریں ان تینوں پر لگی رہیں گی۔

تینوں سے مراد......تیسری رانی مہارانی ہوگی؟

جی سردار......کمانڈو نے اسی وقت جی سردار کہا اور اسی لمحے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ...... وہ کوہ قاف کی طرف روانہ ہو گیا تھا، دوسری طرف سردار جنابر جن رانی مہارانی کے حوالے سے رپورٹ حاصل کر کے بہت خوش اور سوچ رہا تھا کہ

اس نے رانی مہارانی ......اور شاقہ جن کے حوالے سے رپورٹ کا فائدہ کب اور کس وقت اٹھانا ہے اس نے چند لمحے سوچا اور پھر مسکرا دیا، اس کے مسکرا دینے کا مطلب یہ تھا

کہ اس نے پلاننگ بنالی ہے اس نے اسی وقت اپنے کمانڈر انچیف کو بلوالیا اور اسے رانی مہارانی اور شاقہ جن کے حوالے سے پوری رپورٹ دے کر اسے الرٹ رہنے کے لئے کہہ دیا اور کمانڈر انچیف نے کہا اور پوچھنے لگا ”......

”درست ہے سردار“

سردار...... نیلم پری میرا مطلب ہے پرستان کی پرنس نیلم پری کو اب اطلاع دے دی جائے کہ شاقہ جن کوہ قاف کے سردار بادشاہ کی ہمدردیوں کے ساتھ قفقازستان اسٹیٹ پر حملہ کرنے والا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس کے پروگرام شامل ہے کہ پرستان پر بھی قفقازستان کے ساتھ ہی حملہ کر دیا جائے؟ کہ پرستان والوں ہی نے قفقازستان کے جنات کو مسلمان کیا ہے؟ جواب میں جنابر جن کہنے لگا،

تم اسے اطلاع دے دو کہ سردار جنابر اس سے ملنا چاہتا ہے، اور کیا جواب ملا ہے مجھے اطلاع دینا،

جی سردار ٹھیک ہے، میں ابھی ”ہاٹ لائن“ پر بات کرتا ہوں......

ہاں ٹھیک ہے...... اگر نیلم پری ملاقات کے لئے وقت پوچھے تو اسے کوئی بھی وقت دے دینا، یا پھر ٹھہرو...... اس سے میری بات کراؤ میں خود اسے اپنے ملک آنے کی دعوت دیتا ہوں......

جی ہاں یہ زیادہ بہتر ہے اس طرح ہمارے دونوں ملکوں کے تعلقات میں بھی اضافہ ہوگا اور قوم بھی خوش ہو جائے گی یہ جان کر کہ ہمارے پرستان سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔

بالکل ٹھیک...... میری یہ بھی کوشش ہوگی کہ ایک دوسرے کے ملک کے ویزے بھی کھول دیئے جائیں، سردار جنابر جن نے کہا، اس طرح مزید تعلقات بہتر ہوں گے۔

انشاء اللہ...... کمانڈر انچیف نے انشاء اللہ کہا اور جنابر جن پھر مخاطب ہوا

مجھے کافروں کے ملک کفرستان کے بت پارہ پارہ کرنے ہیں، ریزہ ریزہ کرنا ہیں، ہر ہندو

ریاست کے اندر نفاق ہے منافقت ہے ان کے اتحاد میں بھی منافقت ہے یہ سبھی ملک آپس میں پھٹے ہوئے ہیں ہر ہندو کے دل میں مند ہے ہر ہندو کی خواہش ہے وہ اپنے اپنے ملک کے مہاراجہ بن جائیں میں ان کی شرست سے واقف ہوں، میں ان کو بڑی دور تک دیکھ سکتا ہوں، جنابر جن کی آواز میں جوش اور جذبات کا لرزہ پیدا ہوتا چلا جا رہا تھا کہ جنابر جن کی فوج کے کمانڈر انچیف درمیان میں بول پڑا

سردار ...... پرستان کی معزز نیلم پری سے رابطہ ہو گیا ہے لیجئے بات کیجئے اور کمانڈر انچیف نے موبائل سردار جنابر جن کے ہاتھوں میں تھما دیا اور جنابر جن نے موبائل میں ذرا بلند آواز سے کہا......

میں قفقازستان سے جنابر بول رہا ہوں، معزز نیلم پری آپ کیسی ہیں ......؟

دوسری طرف سے جواب آیا

معزز سردار جنابر جن میں خیریت سے ہوں، آپ کہئے کیسے ہیں؟

میں بھی ٹھیک ہوں، آپ سے ایک دو ضروری باتیں کرنا ہیں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری طرف سے کل آپ کو ڈنر کی دعوت ہے۔ معزز نیلم پری دعوت قبول فرمایئے آپ میری قوم سے مل کر خوش ہوں گی۔

اور دوسری بات ......؟ نیلم پری نے دوسری بات جاننے کے لئے سردار جنابر جن سے سوال کیا اور جنابر جن نے جواباً کہا۔

دوسری بات آپ کے آنے پر ہوگی انشاء اللہ۔"

وہ کیوں ......ابھی کیوں نہیں۔"

ہر بات فون پر کرنے والی نہیں ہوتی۔"

او......ہاں میں سمجھ گئی۔"

تو پھر کل آجائیں۔"

کتنے بجے......؟ پری نے جنابر جن کے استفسار پر پوچھا تو سردار جنابر نے کہا۔"

یہ آپ کا سرکاری دورہ ہوگا اور آپ کی اپنی مرضی پر ہوگا۔"

ٹھیک ہے میں کل دو بجے دن میں پہنچ جاؤں گی۔"

(باقی آئندہ)

شہزادی ناز

مرزا حمید بیگ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ملک فارس کی سرحدوں کے پار ایک خوبصورت اور چھوٹی سی سلطنت تھی۔ وہ اس قدر خوبصورت تھی۔ جسے دیکھ کر جنت کا گمان ہوتا تھا۔ وہاں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا جس کا نام شاہ ہارون تھا۔ بادشاہ بہت بہادر، رحمدل اور نیک دل تھا۔ ساری رعایا بادشاہ سے محبت کرتی تھی۔ بادشاہ کے دل میں ہر وقت ایک خیال رہتا تھا کہ کہیں اُس کے دورِ حکومت میں کسی شخص کی حق تلفی نہ ہو۔ کوئی غریب رات کو بھوکا نہ سو جائے۔ بادشاہ نے کسی عقلمند سے سُنا تھا کہ جس بادشاہ کے دورِ حکومت میں اُس کی رعایا خوش نہیں رہتی قیامت کے دِن اس سے حساب لیا جائے گا۔ بادشاہ روزانہ عام آدمی کا بھیس بدل کر رات کو سارے ملک میں گشت کیا کرتا تھا۔ کسی غریب کو دیکھتا فوراً اُس کی مدد کرتا اُس کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ اُس کی مدد کرنے والا انکا اپنا بادشاہ ہے۔ بادشاہ کی سلطنت چھوڑ کر دو سمندر پار ایک بہت ہی خوفناک پہاڑ تھا۔ وہاں ایک جادوگر رہتا تھا۔ جس کا نام شمش جادوگر تھا اسنے پہاڑ کے اردگرد جادو کی دیواریں کھڑی کر رکھی تھیں تا کہ کوئی اُس تک نہ پہنچ پائے۔ وہ بادشاہ کا پرانا دشمن تھا۔ جب وہ لوگوں کو رحمدل بادشاہ کی تعریف کرتے دیکھتا۔ تو اس کے اندر حسد کی آگ بھڑک اٹھتی۔ اُس نے کئی مرتبہ بادشاہ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ مگر جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ اس لیے مکار جادوگر کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ بادشاہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ وزیروں اور رشتہ داروں نے بادشاہ کو دوسری شادی کے لیے کہا مگر بادشاہ نہ مانا کیونکہ اُسے ملکہ فرحانہ سے بہت محبت تھی اور وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں تھا۔ اللہ سے رو رو کر دعا مانگتا۔ اُس کی رعایا بھی بادشاہ کے لیے دعا مانگتی کہ اے

اللہ تُو ہمارے بادشاہ کو بیٹا یا بیٹی عطا کر دے تا کہ سلطنت کا وارث پیدا ہو جائے کیونکہ انکو معلوم تھا کہ اگر خدانخواستہ بادشاہ فوت ہو گیا تو جادوگر سلطنت کو تباہ کر دے گا۔ آخر کار اللہ نے اُن سب کی دعائیں سُن لیں۔ ملکہ کے ہاں خوبصورت سی بیٹی پیدا ہوئی۔ سُرخ وسفید گول مٹول بچی۔ بڑی بڑی آنکھیں اور نازک ہونٹ جب مسکراتی تو ایسا پتہ چلتا جیسے پھول گر رہے ہیں۔ بادشاہ نے شہزادی کا نام ناز رکھا۔ شہزادی جوں جوں بڑی ہوتی گئی اس کے حسن کی شہرت دور دور تک پھیلنے لگی۔ ہر ملک کے شہزادے کی خواہش تھی کہ اُس کی شادی شہزادی ناز سے ہو۔

ایک رات بادشاہ نے بہت ہی بھیانک خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ شہزادی باغ میں کھڑی پھولوں کو دیکھ رہی ہے۔ اچانک شہزادی نے دیکھا کہ ایک خوفناک پنجہ اُس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ پنجہ ایک دم شہزادی کو لے کر آسمان کی وسعتوں میں کھو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بادشاہ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ فوراً ملکہ کے کمرے میں جا کر دیکھتا ہے۔ تو شہزادی واقعی غائب تھی اور ملکہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ بادشاہ نے ملکہ سے پوچھا تو وہ بھی دیکھ کر حیران رہ گئی کہ شہزادی بستر سے غائب تھی۔ کنیزوں نے محل کا کونہ کونہ چھان مارا۔ لیکن شہزادی کو ملنا تھا نہ وہ ملی ملکہ رو رو کر بیہوش ہو گئی بادشاہ بھی بہت پریشان تھا۔ بادشاہ کو پورا یقین تھا کہ ہو نہ ہو یہ شمش کا ہی کام ہے۔ بادشاہ نے پورے ملک میں اعلان کروا دیا کہ جو کوئی شہزادی ناز کو ڈھونڈ کر لائے گا۔ نہ صرف اُس کی شادی شہزادی ناز سے کر دی جائے گی بلکہ اُسے سلطنت کا وارث بنا دیا جائے گا۔ بادشاہ کے اس اعلان سے بہت سے ملکوں کے شہزادے اور دوسرے لوگ شہزادی کی تلاش میں نکل پڑے۔

اب شہزادی کا حال سُنیئے شہزادی کو جادوگر شمش نے قید کر رکھا تھا۔ کیونکہ جب شمش کو پتہ چلا کہ بادشاہ کے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ اب بادشاہ سے سخت انتقام لوں گا۔ اب وہ موقع کی تاک میں رہنے لگا کہ کب شہزادی اکیلی ہو اور

وہ اپنا کام شروع کرے۔ آخر ایک دن موقع
پا کر وہ شہزادی کو باغ سے لے کر غائب ہو گیا۔
ہوا یوں کہ اُس رات شہزادی ملکہ کے ساتھ
کمرے میں سو رہی تھی کہ آدھی رات کو جب
اُس کی آنکھ کھلی تو چاروں طرف چاند کی روشنی
پھیلی ہوئی تھی۔ شہزادی اٹھ کر کھڑکی کی طرف
آئی۔ اُس نے دیکھا کہ چاند کی روشنی میں باغ
کا منظر بہت پیارا لگ رہا تھا۔ وہ باغ میں آ گئی
اور چہل قدمی کرنے لگی جادوگر جو جادو کے
آئینے سے ہر وقت دیکھتا رہتا تھا اُس نے جب
شہزادی کو اکیلے دیکھا تو فوراً اپنے جادو کے پنجے
کو حکم دیا کہ شہزادی کو پکڑ لائے۔ پنجے نے پہنچتے
ہی شہزادی کی گردن دبوچی اور لے کر اُڑ گیا۔
شہزادی اس اچانک آفت سے گھبرا گئی۔

لیکن جب اس نے خوفناک پنجے کو اور
اپنے آپ کو اتنی بلندی پر دیکھا تو وہ خوف سے
بے ہوش ہو گئی۔ پنجہ اُسے لے کر جادوگر کے
پاس پہنچ گیا۔ جادوگر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور
کہنے لگا کہ اب دیکھتے ہیں کہ اب شہزادی کو کون
چھڑانے آئے گا۔ جہاں اُس نے پہلے بہت
سے لوگوں کو قید کر رکھا تھا وہیں شہزادی کو بھی بند کر
دیا۔ اُدھر سب ملکوں کے شہزادے شہزادی کو تلاش
کرنے نکلے۔ لیکن تھک ہار کر واپس آ گئے۔
جب ملک فارس کے شہزادے نے یہ سنا کہ
شہزادی ناز محل سے غائب ہو گئی ہے۔ تو اُس
نے شہزادی کو ڈھونڈنے کی ٹھان لی۔ اپنے ماں
باپ سے اجازت لی شاہ ہارون کے پاس آیا اور
اُسے تسلی دی اور کہا کہ پریشان ہونے کی
ضرورت نہیں۔ میں شہزادی ناز کی تلاش میں جا
رہا ہوں اللہ نے چاہا تو انشاء اللہ کامیاب لوٹوں گا
۔ پھر شاہ ہارون کو خدا حافظ کہہ کر چل دیا۔ منزل کا
کچھ پتہ نہ تھا لیکن وہ چلتا رہا سفر کرتے کرتے
اُسے چار دن بیت گئے لیکن اُس نے ہمت نہ
ہاری۔ ایک جنگل میں داخل ہوا۔ اندھیرا پھیل
رہا تھا شہزادہ سوچ رہا تھا کہ وہ رات کہاں
گزارے۔ اچانک اُس کو دور سے روشنی دکھائی
دی اُس نے بغیر سوچے سمجھے گھوڑے کو روشنی کی
طرف دوڑانا شروع کر دیا جب وہاں پہنچا تو
دیکھا کہ وہ روشنی ایک جھونپڑی سے آ رہی تھی
شہزادہ اندر گیا تو دیکھا کہ ایک نورانی چہرے

والے بزرگ بیٹھے عبادت میں مشغول تھے، بزرگ نے کہا بیٹا مجھے سب کچھ معلوم ہے کہ تم کس لیے آئے ہو۔ میں تمہیں ضرور کچھ بتاؤں گا۔ پہلے تم کھانا کھاؤ اور پھر آرام کرو صبح بات کریں گے۔ شہزادہ کھانا کھا کر سو گیا کیونکہ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔

دوسری صبح جب وہ بیدار ہوا تو بزرگ نے کہا بیٹا یہ تلوار لے لو اور اپنا سفر شروع کر دو۔ جادوگر نے جادو سے پہاڑ کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کر رکھی ہیں اس تلوار کی نوک کو دیوار سے لگانا۔ اندر جانے کا راستہ خود بخود بن جائے گا۔ اور اس تلوار سے شمس جادوگر کا کام تمام کر سکتے ہو، شہزادہ بہت مصیبتوں کے بعد جادوگر کے محل میں پہنچ گیا۔ بزرگ نے کہا تھا کہ اگر میری مدد کی ضرورت ہوئی تو تم زور سے مجھے آواز دینا تو میں آجاؤں گا۔ جادوگر اپنے محل میں سویا ہوا تھا اُسے کسی چیز کی خبر نہیں تھی۔ شہزادے نے موقع پا کر اچانک حملہ کر دیا۔ جادوگر کی گردن کٹ کر دور جا گری۔ ایک دم زور سے اندھی چلی اور زلزلہ آیا اور اس کے بعد آسمان صاف ہو گیا۔ اُس نے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا اور شہزادی کو ساتھ لے اُس کے ملک پہنچ گیا۔

بادشاہ نے شہزادی کو دیکھا تو اُسے گلے لگا لیا۔ اور شہزادے کا شکریہ ادا کیا۔ اور وعدے کے مطابق شہزادے خرم کی شادی شہزادی ناز سے کر دی۔

☆☆☆

کچھ ہی دیر کے بعد اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کے کان میں کچھ کہہ کر واپس ڈم ڈم کی طرف آ کر کہا، ”یہ تو کوئی مشکل کام نہیں۔“ یہ کہہ کر ٹوٹو نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔ سب چوہوں نے نعرہ لگایا اور ڈم ڈم پر ایک دم ٹوٹ پڑے۔ ڈم ڈم نے جب سب کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو بھاگا۔ مگر کسی نے پیچھے سے اس کے ایسا مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

سب نے مل کر اس کی ڈنڈا ڈولی کی اور دریا میں پھینک دیا۔

اسی طرح چوہوں کو ظالم چوہے ڈم ڈم سے نجات مل گئی۔

آخری قسط

جوڈو کراٹے

تصویر نمبر ۲۴۲۔ آپ بائیاں ہاتھ حریف

243

242

کی کہنی پر پھسلتا ہے......اس کی کلائی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر اپنے دائیں ہاتھ کو گرفت میں لے لیں۔

تصویر نمبر ۲۴۳۔ ایک قدم آگے لیکر (دائیں پیر سے) اپنی کہنی حملہ آور کے چہرے پر رکھ کر دباؤ ڈالیں (یہ دباؤ حملہ آور کی ٹھوڑی کے نیچے یا سینے پر بھی ڈالا جا سکتا ہے) اگر ضرورت محسوس ہو تو اسے عقب میں دھکیل دیں یا پھر نیچے گرا دیں۔

انتشار خیال یا دھوکے کا داؤ

دفاع کے لئے حریف پر انتشار خیال میں مبتلا کرنا یکساں طور پر اہمیت کا حامل ہے

اس سے حریف آپ کو سنبھلنے یا سنجیدگی سے دفاع کرنے کے لئے کوئی اقدام کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس موقع سے بڑی سرعت کے ساتھ فائدہ اٹھائیں۔

انتشار خیال میں مبتلا کرنا یا دھوکے کا داؤ آزمانے کے لئے آپ کو اپنے حریف کو کسی آواز سے چونکانا پڑتا ہے۔ اس کے لئے آپ کو ہاتھ سے کوئی معنی خیز حرکت کرنی پڑتی ہے۔ یعنی آپ اس کی توجہ ہٹانے کے لئے اپنی توجہ یکا یک کسی اور جانب مبذول کر کے یہ ظاہر کریں کہ یکا یک کوئی وہاں آگیا ہے۔ کچھ بھی کریں اس لمحہ بھر کے موقع سے ہی اسے بے خبر کر کے فوری طور پر اقدام کرنا لازمی ہوگا۔

ذیل میں چند ایسی حالتیں اور انداز پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن میں آپ حملہ آور کو منتشر خیالی میں مبتلا کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ان کے لئے آپ کو کوئی نہ کوئی معنی خیز حرکت کرنی پڑے گی۔

تصویر نمبر ۲۴۴ ۔ ہاتھ کی کوئی اچانک حرکت ۔ انتشار خیال میں مبتلا کرنے کے لئے یہ حرکت خفیف سی ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ ایک زوردار نعرہ، چیخ یا کوئی اور آواز نکالنے کے علاوہ آپ ہاتھ سے کوئی واضح اشارہ بھی کر سکتے ہیں۔

دھوکے کے داؤ یا انتشارِ خیال کی اقسام

تصویر نمبر ۲۴۵۔ خوب چلا کر اگر آپ یکا یک حملہ آور کی آنکھ کی طرف جلدی سے بازو پھینک دیں تو وہ فوری اور فطری ردِعمل کے طور پر یکدم اپنا سر پیچھے کی جانب ہٹا لے گا۔

تصویر نمبر ۲۴۶۔ خوب چلا کر ہاتھ اور پاؤں کی یکا یک حملہ اور بالترتیب حرکت یا ٹھوکر یں بھی حملہ آور کو بوکھلانے میں خاصی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

کسی چیز کو حریف کے چہرے کی طرف پھینکنا بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے مثلاً قریب کی حالت سے آپ رومال وغیرہ اس کے چہرے پر

246
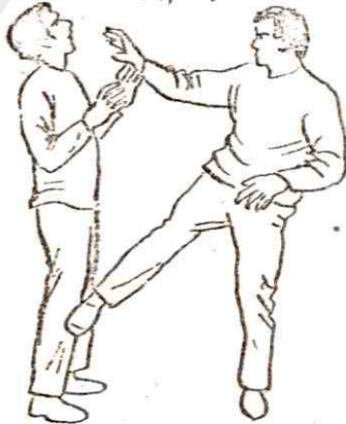
پھینک کر اُسے منتشر خیالی کا شکار کر سکتے ہیں۔!

تین بازوؤں کی جکڑ بندی اور دفاع

جیو جستو اور ایکاڈو میں جکڑ بندی، گرفت اور دیگر حالتیں کسی غلطی پر مبنی نہیں۔ یہ توقع کی جاتی ہے مشق کے بعد وہ ہر ٹیکنیک کو صحت کے ساتھ استعمال کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ عام زندگی میں اس قسم کی مشق کرنے کی فرصت نہیں ملتی اس لئے صرف یہ مشاہدہ کرنا ہی مفید ثابت ہوگا کہ آپ اس حالت سے کسی طرح گلوخاصی حاصل کر سکتے ہیں اور اس کا کس طرح دفاع ممکن ہے خاص طور پر اپنی غلطیوں کا مشاہدہ بہت ضروری ہے اس سے تکمیلی مراحل طے ہوتے ہیں۔

ذیل کا طریق کار غلطیوں کا ازالہ کرنے کے لئے ہے اور یہ بنیادی طور پر ہاتھ کی سلاخ پر مشتمل ہے۔

گذشتہ ابواب میں آپ یہ باتیں اچھی طرح سیکھ چکے ہیں۔

اب آپ بڑی ہمواری کے ساتھ ایک گرفت سے دوسری گرفت تک صحیح ایکشن کی مشق کریں گے۔

تصویر نمبر ۲۴۷۔ آپ بازو کی جکڑ بندی استعمال کریں۔ اسمیں بازو کی سلاخ کو

خاصا بلند رکھنا ہوگا۔

تصویر نمبر ۲۴۸۔ اس حرکت سے حملہ آور کو اپنا بازو اوپر کی جانب موڑنے کی قدرتی طور پر تحریک ہوگی۔

تصویر نمبر ۲۴۹۔ آپ سامنے سے مڑے ہوئے بازو کی سلاخ استعمال کریں اور جکڑ بندی کرنے کی کوشش کریں وہ بازو کو سیدھا رکھ کر مزاحمت کرنے کی جدوجہد کرے گا۔

تصاویر نمبر ۲۵۰ اور نمبر ۲۵۱۔ آ عقب سے مڑے ہوئے بازو کو استعمال کر کے جکڑ بندی کریں۔

اسٹریٹ فائٹ اور رہزنی کے موقعوں پر آپ جکڑ بندی کی ہر ٹیکنیک کو دفاع کے حرف آخر کی حیثیت دیں گیا اور دشمن کو کمزور کرنے لے لئے ٹھوکریں اور ہاتھ کی چوٹیں استعمال ہوں گی۔ اس طریقہ کار سے آپ کو حملہ آور کی مزاحمت سے ایک سے دوسری جکڑ

بندی کی صحت کا انتخاب کرنے میں مدد ملے گی۔

گروہ کا حملہ:۔ (دھمکی سامنے سے دی جارہی ہے)

اگر ایک سے زائد آدمیوں کا گروہ سامنے موجود ہو تو بہتر ہوگا کہ آپ ان میں سے کسی ایک کی سائڈ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ اس طرح آپ گروہ کے حملے کی کم سے کم زد میں ہو جائیں گے اور آپ کو صرف کنارے والے ایک آدمی سے نبٹنے کا موقع مل جائیگا۔ اگر آپ اس حالت میں حرکت کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو تمام حملہ آور یکساں طور پر سامنے ہوں گے۔ گھونسے کو سب سے بڑے آدمی کی طرف آزمائیں۔ اگر آپ ان کے لیڈر پر حملہ آور ہوتے ہیں تو دیگر افراد سے ٹکرانے کے مواقع کم ہو جائیں گے۔ اگر آپ نے آغاز کمزور آدمی سے کیا تو طاقتور آدمی کے حملے کا خدشہ رہے گا جو کسی بھی وقت آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہوگا کہ سب سے زیادہ طاقتور آدمی کو آزمائیں۔ اس حالت میں آپ کو بے بس شکار کی بجائے خود کو بے خوف اور بے جگر آدمی ظاہر کرتے ہوئے ایکشن پر اتر آنا ہوگا۔

تصویر نمبر ۲۵۲۔ دونوں حملہ آور حملہ کر

رہے ہیں۔

تصویر نمبر ۲۵۳۔ کود کر یا غوطہ لگا کر ان دونوں کے کسی پہلو پر پہنچنے کی کوشش کریں بلا تاخیر ایک پر قوت ٹھوکر رسید کریں۔ جب آپ آپ ٹھوکریں مارتے ہیں تو ایک آدمی کو دوسرے سامنے رکھیں (اپنے اور دوسرے حملہ آور کے درمیان) درمیانی آدمی کو ٹھوکریں اور ہاتھ کی چوٹیں ماریں۔

تصویر نمبر ۲۵۴۔ پہلے آدمی کو دوسرے پر دھکیل دیں۔
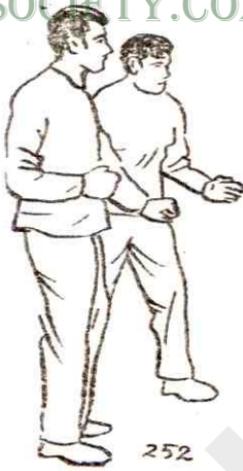
تصویر نمبر ۲۵۵۔ ان کے گرد گھومتے رہیں اور پھر دوسرے آدمی کے عقب میں پہنچ جائیں۔ ٹھوکر اور ہاتھ کی ضرب لگانے کے بعد اسے پہلے حملہ آور پر دھکیل دیں۔

زنجیر یا کاٹ ڈالنے والے انداز میں

چاقو کے حملے کا دفاع

چھڑی میں جب آپ حملہ آور کے قریب جاتے ہیں تو چھڑی کی زد کم ہونے سے آپ محفوظ رہتے ہیں لیکن زنجیر اور چاقو کی حالت میں یہ حرکت خطرناک ثابت ہوگی خاص طور پر کاٹ ڈالنے والے انداز سے چاقو کا استعمال زد کے فاصلے میں اضافے کا باعث ہوتا ہے س کی نسبت گھونپ دینے والا انداز محدود فاصلے کا حامل ہوگا۔

حملے سے بچنے کے لئے آپ کو چاقو یا زنجیر کی زد سے کود کر باہر ہو جانا چاہیئے تاکہ اس طرح آپ کو محفوظ رہ کر ذاتی دفاع کی تدبیر کرسکیں۔ آپ کو کود کر دشمن کے قریب اس وقت پہنچنا ہوگا جب حملہ آور ہاتھ گھوم کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔

تصویر نمبر ۲۵۶۔ اگر حملہ زنجیر سے ہو رہا ہے، چاقو (کاٹ ڈالنے والا وسیع زد کے فاصلے کا انداز) یا پھر کسی ایسے ہتھیار سے حملے کی نوبت آجائے جس کے لئے آپ کو ایکشن استعمال کرنے میں تامل ہو تو بلا تاخیر پہلے تو کود کر اس ہتھیار کی زد سے باہر نکل جائیں۔ ملاخط کریں تصویر نمبر ۲۵۷۔

تصویر نمبر ۲۵۸۔ قوت سے ٹھوکر ماریں۔ جب آپ اس کے بازو کو جکڑیں تو

کریں جب تک وہ واضح طور پر ناکارہ دکھائی نہیں دیتا۔

پارٹنر کے ہمراہ مشق کرتے ہوئے حقیقی ہتھیار استعمال نہ کریں چاقو کی بجائے کوئی نرم سی چھڑی یا رسی بھی جسم سے ٹکرا گئی تو خاصی تکلیف یا زخم پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔

زمین پر گری ہوئی حالت سے دفاع

T کی حالت آپ کے توازن کو بگڑنے سے محفوظ رکھتی ہے لیکن پھر بھی اگر کسی وجہ سے آپ گر پڑیں اور حملہ آور کی ٹھوکر کی زد میں ہوں تو زمین پر گری ہوئی حالت سے دفاع کی ٹیکنیک استعمال کی جائے گی۔

اگر آپ نے اس حالت میں ہاتھوں کے بل اٹھنے کی کوشش کی تو آپ ٹھوکر کی خطر ناک ترین زد میں پہنچ جائیں گے۔ اس ٹیکنیک کے ذریعے آپ کو گھوم کر اٹھنے کی ترکیب بتائی جائے گی۔ اگر آپ منہ کے بل زمین پر گر گئے ہیں تو آپ گھوم کر سیدھے ہو جائیں گے۔ چاہے اس طرح آپ کو زخمی ہونے کا خطرہ ہی کیوں نہ مول لینا پڑے ظاہر ہے اوندھے منہ

گرفت مضبوط رکھیں تاکہ وہ دوبارہ حملہ نہ کر سکے ضرورت کے مطابق ٹھوکر ماریں۔ اس وقت تک حملہ آور سے ہتھیار چھیننے کی کوشش نہ

گری ہوئی حالت سے تو آپ کچھ بھی نہیں کرسکیں گے لہٰذا بہتر ہوگا کہ تھوڑی بہت جو بھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اسے برداشت کرلیں۔

مشق کا طریق کار

تصویر نمبر ۲۵۹۔ آپ کا ساتھی ٹھوکر کی زد سے باہر کھڑا ہوا ہے۔ آپ اپنے بازوؤں کے سامنے والے حصے کے سہارے اور کولہوں کا سہارا لے کر گھوم جائیں، اسی دوران گھومتے ہی حملہ آور کے گھٹنے یا گھٹنے کے نیچے والی ہڈی پر شدید ٹھوکر ماریں۔ کم سے کم بلندی کی ٹھوکریں زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔

تصویر نمبر ۲۶۰۔ جب آپ کا حریف آپ کے ہاتھوں کی سمت گھومنے لگے تو آپ بھی اپنے بازوؤں کے سہارے اس کی سمت ٹانگیں کیے گھومتے رہیں۔ اگر وہ آپ کے سر کی سمت پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تو آپ کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

قریب سے چاقو کا حملہ

اگر کوئی شخص تصویر کی سی قریبی حالت میں چاقو لئے کھڑا ہے اور وہ آپ کو خوفزدہ کرنا چاہتا ہو تو دفاع کی کوئی کوشش نہ کریں۔ یہ ایک خطرناک ترین حالت ہے جس میں ذرا سی حرکت آپ کو شدید نتائج سے دوچار کرسکتی ہے۔ اگر حملہ آور کا مقصد رہزنی ہے اور اگر آپ زخمی ہونے سے بچنا چاہتے ہیں تو
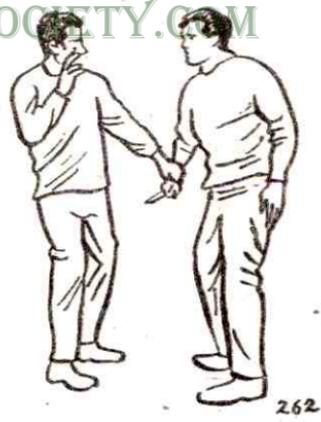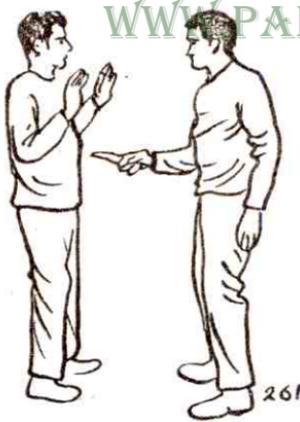
آپ کو اس سے تعاون کرنا چاہیئے یہ بزدلی نہیں مصلحت کا تقاضا ہے۔ ایسے میں لپٹ جانا وغیرہ احمقانہ حرکت ہے۔ لیکن اگر آپ یہ محسوس کرلیں کہ حملہ آور لوٹنے کے ساتھ ساتھ آپ کو زخمی بھی کرنا چاہتا ہے تو ہر وہ دفاعی ایکشن جو ممکن ہے استعمال کریں۔

تصویر نمبر ۲۶۱۔ آپ کو چاقو سے دھمکایا جارہا ہے۔ آپ کو یہاں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس شخص کے ارادے کیا ہیں۔ آیا وہ محض خوفزدہ کرنا چاہتا ہے یا چاقو مارنا اس کی نیت میں شامل ہے یہاں فوری طور پر یہ نہ سوچیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیئے۔

تصویر نمبر ۲۶۲۔ جب آپ یہ محسوس کرلیں کہ وہ چاقو استعمال کرنے کے درپے ہے تو فوراً ایک ہاتھ سے اشارہ دیں جیسے ہی چاقو والا ہاتھ ادھر گھومے بلاتاخیر دوسرے ہاتھ سے چاقو والے ہاتھ کو جھٹکا دے کر خود کو چاقو کی زد سے باہر کرلیں۔

تصویر نمبر ۲۶۳۔ کلائی پر گرفت مضبوط رکھیں تاکہ چاقو کی نوک آپ کے جسم سے دور رہے پھر دوسرے ہاتھ سے اس کی آنکھ میں انگلیوں کا خنجر بھونک دیں۔ (یہ ٹیکنیک اس مصرف بیحد مفید ثابت ہوتی ہے)

تصویر نمبر ۲۶۴۔ اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر ایک شدید ٹھوکر ماریں جب تک حریف ناکارہ یا بے بس نہیں
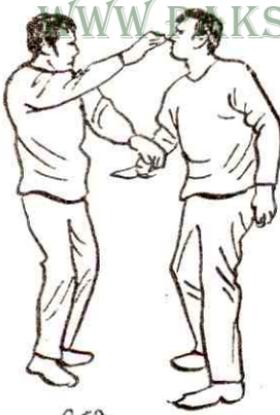
ہو جاتا چاقو چھیننے کی کوشش نہ کریں۔

گروہ کا حملہ (آپ درمیان میں یا کسی کونے میں)

اس حالت میں آپ دونوں طرف سے یکساں خطرے میں ہیں کسی ایک کو نظر انداز کرنا اور دوسرے کو زیر کرنے کا ارادہ احمقانہ ہوگا۔ آپ کو بیک وقت ہاتھ اور پاؤں کی پے در پے ضربیں استعمال کر کے دونوں سے ایک ساتھ نبٹنا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔

تصویر نمبر ۲۶۵۔ آپ دو حملہ آوروں کے درمیان ہیں اور فرار کی تمام راہیں مسدود۔

تصویر نمبر ۲۶۶۔ ایک کو ہاتھ کی چوٹ اور دوسرے کو ٹھوکر ماریں یہ چوٹیں بیک وقت آزمائی جائیں گی۔

تصویر نمبر ۲۶۷۔ بغیر تذبذب کے ہاتھ

کی چوٹ ماریں۔ یہ چوٹیں شدید اور پوری قوت سے استعمال ہوں گی۔

تصویر نمبر ۲۶۸۔کمزور حملہ آور کو دوسرے پر دھکیل دیں اور بقدرِضرورت ٹھوکریں اور چوٹیں مارتے رہیں۔
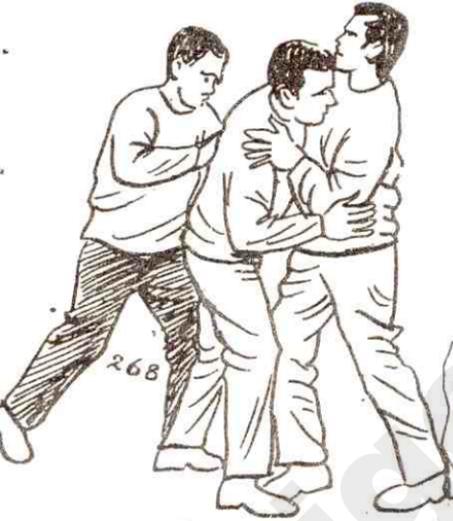
حفاظت کار سے دفاع تقاضا تو یہ ہے کہ کھڑکیاں اور دروازے احتیاط سے بند اور مقفل رکھے جائیں، لیکن اگر ایسا ناگزیر ہو اور لڑنے کی نوبت آجائے تو مندرجہ ذیل طریق کار استعمال کریں۔

تصویر نمبر ۲۶۹۔اگر آپ حریف کو دیکھ
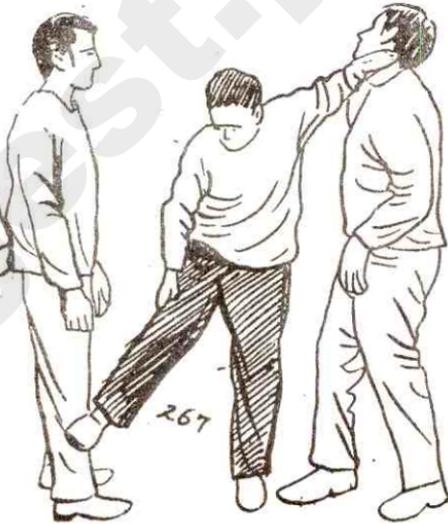
کی چوٹ اور ٹھوکر کو الٹ دیں جسے ہاتھ کی ضرب لگائی ہے اسے ٹھوکر اور دوسرے کو ہاتھ

کر فوراً ہی کھڑکی یا دروازہ بند کر کے خود کو محفوظ نہیں کر سکتے تو جیسے ہی وہ قریب پہنچے فوراً دروازہ کھول دیں تا کہ وہ دروازے کی چوٹ سے بوکھلا کر پیچھے ہٹ جائے۔

تصویر نمبر ۲۷۰۔ اگر پھر بھی آپ دروازہ بند کر کے کار بھگا کر نہیں جا سکتے تو اتر کر اسے ٹھوکروں اور گھونسوں پر رکھ لیں۔ حسب ضرورت چوٹیں استعمال کریں۔

تصویر نمبر ۲۷۱۔ اگر حملہ آور اس قدر تیز رفتار ثابت ہو کہ دروازہ کھولنے یا شیشہ چڑھانے سے پہلے ہی آپ کے سر پر پہنچ جائے تو نشست کی حالت سے، ہتھیلی کے پاتال سے ایک ضرب اس کے چہرے یا ٹھوڑی کے نیچے

بڑی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ کو حالات کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ اگر

ممکن ہو تو کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے رخصت ہو جائیں اگر نہیں تو شیشے چڑھالیں ، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر نیچے اتر کر باقاعدہ طور پر دفاعی ٹیکنیک استعمال کریں۔

ریوالور، پستول یا گن کے خلاف دفاع

دفاع کی تمام حالتوں میں سب سے زیادہ خطرناک صورت حال ہوتی ہے۔ دراصل اس کے دفاع میں قوت یا کسی ٹیکنیک کی بجائے حکمت عملی کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ذراسی غلطی موت کے منہ میں بھی پہنچا سکتی ہے۔

عموماً ریوالور بردار حضرات کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔

عام طور پر ریوالور کا استعمال کرنیوالے باپ ، بیٹے، سابق شوہر سابق چاہنے والے، سابق دوست، سابق کاروباری رفیق یا کسی وجہ عناد سے مغلوب حضرات ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اوقات حادثاتی طور پر کوئی رہزن مسلح حالت میں سامنے آجاتا ہے بہر حال عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسی صورت اکثر جان پہنچان والوں کے ساتھ ہی آپس میں پیش آتی ہے۔

اگر مسلح آدمی رہزن ہے تو وہ صرف ریوالور کو خوفزدہ کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔ بشرطیکہ وہ کوئی پیشہ ور آدمی ہو۔ ایسے شخص کیساتھ تعاون کرنا بہتر ہوگا۔ ریوالور وغیرہ کا دفاع ایک خطرناک کام ہے۔ اس میں موت سے لرکر خطرناک زخم تک کی نوبت آسکتی ہے۔ لہٰذا بہتر ہوگا کہ موت کا جوا نہ کھیلیں۔ ایسے مسلح افراد کے ساتھ بڑے پرسکون انداز میں رہیں۔ ہیجانی کیفیت آپ کو شدید نقصان پہنچا سکتی ہے۔ غصہ یا خوف سے کانپ کر چلانے لگنا بھی خطرناک ہوگا۔

ریوالور کا دفاع آسان کام نہیں اس کے لئے مستقل مشق کی ضرورت ہے۔ وہ افراد جو پیشہ وارنہ طور پر آئے دن ان حالتوں سے دوچار ہوتے رہتے ہیں انہیں مخصوص قسم کی تربیت حاصل کرنی چاہیئے کسی ماہر اور پیشہ ور آدمی کے لئے یہ کوئی مشکل بات ثابت نہ ہوگی۔

اگر آپ اس کی مشق کر رہے ہیں تو

لیں کہ حملہ آور ریوالور استعمال کئے بغیر نہیں

272

273

آپ کے ساتھی کو کھلونا استعمال کر دفاع کرنا چاہیئے لیکن مشق کے دوران آپ کو اصل ریوالور ہی سمجھ کر دفاع کرنا چاہیئے۔ اسے ایک غیر متوقع حادثہ خیال کر کے پوری ایکسوئی کے دفاعی صورت حال اختیار کریں۔

تصویر نمبر ۲۷۲۔ گن بہت قریب موجود ہے۔ یہ ایک عام قسم کی دھمکی نہیں ہے اس لئے فوراً ہاتھ اٹھالیں۔ اگر بنیادی مقصد رہزنی ہے تو حملہ آور سے تعاون بزدلی نہیں، مصلحت کا تقاضہ ہے۔

تصویر نمبر ۲۷۳۔ اگر آپ یہ محسوس کر

مانے گا تو دفاع کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ جاتا۔ ایسے موقع پر اسے قطعاً چونکانے کی کوشش نہ کریں خصوصاً چلانا خطرناک ثابت ہوگا اگر آپ نے اسے دفاع پر مجبور کر دیا تو بلاتا خیر خوفزدہ ہو کر فائر کر دے گا۔

تصویر نمبر ۲۷۴۔ ایک زوردار جھٹکے سے ہاتھ مار کر حملہ آور کے ریوالور والے ہاتھ کو اپنے جسم کے رُخ سے دوسری طرف کر دیں۔ آپ کو ہاتھ کا جھٹکا استعمال کرتے وقت ریوالور کی زد سے باہر رکھ کر یہ ایکشن کرنا چاہیئے۔ آپ ریوالور کی نال کو دوسری جانب تبدیل کر رہے

ہیں تا کہ اگر فائر ہو تو آپ اس کے نشانے میں نہ ہوں۔

تصویر نمبر ۲۷۵۔ حملہ آور کے بازو کو دوسری جانب رکھنے کے لئے پوری قوت صرف کر دیں اور ریوالور کا رخ کسی طرح اپنی طرف نہ ہونے دیں۔ ایسے موقع پر حملہ آور کی آنکھوں میں انگلیوں کا خنجر بھونک دینا ایک جائز ایکشن ہے۔

تصویر نمبر ۲۷۶۔ فائر سے بچنے کے لئے دونوں ہاتھوں سے مسلح ہاتھ کو جکڑے رہیں اور اس کی پنڈلی کے سامنے والی ہڈی پر پوری قوت سے ٹھوکریں ماریں۔

تصویر نمبر ۲۷۷۔ مزید تحفظ کے لئے اس کے بازو کو اپنے جسم سے باہر نکال دیں اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑ کر ٹھوکریں آزماتے رہیں حتیٰ کہ وہ ناکارہ ہوجائے جب تک وہ واضح طور پر ناکارہ نہیں ہوجاتا اس وقت تک ہتھیار چھیننے کی کوشش نہ کریں۔ یہ ایک خطرناک اور احمقانہ حرکت ہوگی۔

ان تمام اسباق کی مشق کے بعد

بنیادی طور پر دفاع کرنے کے لئے آپ کو مؤثر ترین ٹیکنیک ذہن نشین کرلینی چاہیئے۔ انہیں یاد کرنا یا ان کی مشق کوئی دشوار کام نہیں ہے۔

اگر ان دس اسباق کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کے بعد آپ خود اعتمادی حاصل نہیں کرتے تو بہتر ہوگا کہ دوبارہ ان پر عمل کریں اور اس مرتبہ زیادہ توجہ سے مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ مشق کریں۔ اس وقت تک کسی اضافی ٹیکنیک کو سیکھنے یا زیر مشق لانے کی کوشش نہ کریں جب تک آپ ابتدائی ٹیکنیک کو خوب سمجھ کر اس میں مہارت حاصل نہیں کرلیتے۔ اگر آپ کو بنیادی ......ٹیکنیک میں کسی قسم کی دشواری محسوس ہورہی ہے تو اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں ورنہ کسی دوسری ٹیکنیک میں آپ بالکل الجھ جائینگے۔

روائتی طور پر دفاع کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ آپ خوب مہارت حاصل کریں۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ ابتدائی طور پر بنیادی ٹیکنیک کو بغور ذہن نشین کرتے ہوئے رفتہ رفتہ آگے بڑھیں اور حاصل کریں اس لئے بہتر ہوگا کہ ابتدائی طور پر بنیادی ٹیکنیک کو بغور ذہن نشین کرتے ہوئے رفتہ رفتہ آگے بڑھیں مہارت وقت کے ساتھ ساتھ خود ہی پیدا ہوجاتی ہے۔

اختیاری طریق کار

ذیل میں کچھ ایسے ایکشن دیئے جارہے ہیں جو اختیاری ہیں ان سے آپ کی ٹیکنیکل صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا۔ اس سے طاقتور گھونسے اس طرح مارنے میں مہارت ہوسکتی

279

278

ہے کہ ہاتھوں کو کسی قسم کے زخم کا نقصان نہ پہنچے۔

تصاویر نمبر ۲۷۸ سے نمبر ۲۸۰ تک۔
ان مشقوں کے لئے نرم سی چھڑی استعمال کریں چھڑی کے سرے پر اسفنج یا نرم سا کپڑا باندھ لیں۔ اس کپڑے کو ٹیپ سے کرلیں کسی قسم کی پن استعمال نہ کریں۔

کی گھومتی ہوئی حالت پر نشانہ لگانے کی کوشش کریں۔ یہ ایک قطعی طور پر اختیاری مشق ہے۔

ویٹ ٹریننگ:۔ اگر آپ ۹۸ پاؤنڈ کے ایک کمزور و ناتواں آدمی یا آپ کا پارٹنر چھڑی کو بلند حالت میں پکڑے ہوئے سے تاکہ ہاتھ کی ضربوں کی مشق ممکن ہو سکے اور پھر اسے نیچی حالت میں ٹھوکروں کے لئے پکڑے گا۔ مشق میں صحت پیدا کرنے کے لئے طاقتور ایکشن

استعمال کریں۔

تصاویر نمبر ۲۸۱ اور نمبر ۲۸۲۔ مشق میں صحت پیدا کرنے کے لئے پارٹنر کے ہاتھ کو بھی بطور ٹارگٹ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اندازہ لگائیں کہ بغیر اتصال پیدا کئے آپ حریف سے کس قدر قریب آسکتے ہیں۔

جب آپ غیر متحرک ہاتھ کے ہدف پر مشق کرلیں تو پھر اس خاتون میں ۲۵۰ پاؤنڈ وزنی حملہ آور آپ سے اب بھی طاقتور ہوگا۔

دراصل ذاتی دفاع کا انحصار کسی بھی طرح قوت
پر نہیں ہے اور نہ ہی یہ دفاعی حالت قوت کے
خلاف قوت کو استعمال کرنے کا نام ہے۔ یہاں
کسی قوت کی مخالفت کرنا قطعاً مقصود نہیں۔

جسمانی کمزوری کو رفع کرنے کے ئے
کئی طریقے ہیں اگر آپ چاہیں تو انہیں آزما کر
عمر کے مطابق مقررہ وزن بڑھا سکتے
ہیں۔ ظاہر ہے اگر آپ کی ظاہری حالت اچھی
ہو گی، قوی مظبوط ہوں گے اور آپ دیکھنے میں
ایک اسمارٹ نوجوان لگتے ہیں تو یہ آپ ہی
کے لئے بہتر اور قابلِ فخر بات ہو گی۔

اس سلسلے میں خوراک اور ورزش سے
مدد لیں۔ ایسی ورزشیں کریں جن کو آزما کر
آپ کو خوشی ہوتی ہے۔ بور اور خشک قسم کی
ورزش جس میں آپ کا جی نہیں لگتا اسے قطعاً نہ
کریں۔ اور اگر یہ سب بھی ممکن نہ ہو تو آپ کو
اپنی موجودہ جسمانی کمزوری کی وجہ سے عام صحتمند
آدمی سے زیادہ نہتی لڑائیوں سے محفوظ رہنے کی
اضافی مشق کرنی چاہیئے۔ خاص طور پر آپ کو ہر
ٹیکنیک میں گہری دلچسپی لے کر اس میں خوب
مہارت حاصل کرنی چاہیئے۔ بنیادی ضرورت
سے زیادہ مشق آپ کو ماہر بنا دے گی۔

مزید مطالعہ

اگر آپ عام قسم کی مقررہ مشق سے زیادہ
کی ضرورت محسوس کریں تو یہ مشق گھر میں بھی

ممکن ہے یا پھر کسی کلاس کے ساتھ شامل ہو جائیں اس کے علاوہ زیادہ توجہ سے کتابوں کا مطالعہ کریں اور ہر ٹیکنیک کو اس کی جزیات کے ہمراہ ذہن نشین کرلیں۔ کوشش کریں کہ اس قسم کا گروپ تیار ہو جائے جس کے ہمراہ آپ مشق کرسکیں۔

بہت سے افراد جو کسی دفاعی دفاٹیکنیک کو سیکھنا چاہتے ہیں انہیں ذاتی طور پر کسی کا مشورہ یا ہدایت نہیں ملتی البتہ جو افراد بڑے شہروں میں رہتے ہیں انہیں سکولوں وغیرہ کی سہولت مل جاتی ہے ، انہیں شہروں میں اساتذہ بھی میسر آجاتے ہیں جو اُن کی خاطر خواہ مدد کرتے ہیں۔

یوں بھی ہر شہر میں صحت کے لئے کوئی نہ کوئی جگہ ضرور ہوتی ہے۔ وہاں آپ جسمانی موزونیت کے لئے مشق کر سکتے ہیں یہ ہونا چاہئے کہ عام اسکولوں میں اس قسم کا اہتمام کیا جائے کہ طلباء یا طالبات کو مطالعہ کے بعد ایک مخصوص وقت اس قسم کی تربیت دی جاسکے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو بذاتِ خود اس قسم کے ادارے کی تشکیل کریں جس میں دلچسپی لینے والے یقیناً آپ کو بہت سے افراد مل جائیں گے۔ لوگ چاہتے ہیں لیکن وسائل کی عدم موجودگی یا تنہا ہونے کے سبب خاموش رہتے ہیں ایک آواز پر چند ایسے افراد ضرور آپ کو مل جائیں گے جن سے آپ کی مشکل حل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی خواہش اور ضرورت بھی پوری ہوسکتی ہیں۔

ذاتی دفاع، جوڈو، کراٹے اور ایکا ڈو میں فرق

جسمانی موزونیت کے لئے اس میں کسی امتیاز کی گنجائش نہیں کہ آپ ذاتی دفاع میں جوڈو کراٹے، جیو جستو یا ایکا ڈو وغیرہ کسی بھی قسم کی مشق کو زیر استعمال لائیں۔

جوڈو عموماً گرنے اور گرانے کی ٹیکنیک پر مشتمل ہے۔ جوڈو کے گرانے کے انداز اس لئے سکھائے جاتے ہیں کہ یہ ذاتی دفاع کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک جوڈو ان لوگوں کے لئے زیادہ بہتر ہے جو جسمانی تصادم کو پسند کرنے ساتھ ساتھ برداشت بھی کرسکتے ہیں۔

کراٹے ہاتھ اور پاؤں کی مہارت آمیز ٹیکنیک پر مشتمل فن ہے۔اس کا طریق ترتیب دو حصوں میں منقسم ہے۔اولاً ان ایکشنوں کی تربیت میں خاصا وقت صرف ہوتا ہے ثانیاً فرداً فرداً ایک ایک ٹیکنیک کو صحت مند بنانے کے لئے ہاتھ اور پاؤں کی ایک ایک ضرب کو ٹیکنیکی لحاظ سے مکمل کرنے کے لئے اس وقت تک محنت کی جاتی ہے جب تک وہ ہر لحاظ سے تسلی بخش نہ ہو جائے۔ثلاثاً اس میں دو آدمیوں کے بغیر کسی مشق کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور ہر قدم ایک سلسلے کی حیثیت رکھتا ہے۔چوتھے درجے پر مخصوص قسم کے ہدف پر سخت ترین اور مہلک ضرب لگانا مقصود ہوتا ہے۔یہ ایسے لوگوں کے لئے مناسب ہے جو ٹورنامنٹ کے شائق اور ٹیکنیک کی تکمیل کی مشقت برداشت کر سکتے ہیں۔

ایکاڈو ایک جدید ترین فن ہے اس میں جوڑوں کو امروڑنے اور مخصوص حصوں پر دباؤ ڈالنے کی ٹیکنیک استعمال کی جاتی ہے۔جکڑ بندیوں اور گرفت کو استعمال کر کے نہتی لڑائیاں لڑی جاتی ہیں۔اس کی بعض ٹیکنیک دوسرے فنوں میں ماخوذ کی جاتی ہیں، ویسے یہ صرف وہی افراد سیکھ سکتے ہیں جو اس قدر وقت اور مشقت برداشت کر سکیں۔

جیوجستو ایک ملی جلی ٹیکنیک پر مشتمل فن ہے۔اس میں گرانے، گرنے اور ہاتھ پاؤں کی ضربوں سے لیکر جکڑ بندی اور گرفت کی حالت تک سبھی کچھ شامل ہوتا ہے لیکن یہ ایک قدیم فن ہے جو دیگر جدید فنون کے سامنے بیکار دکھائی دیتا ہے۔

اس کتابوں میں جو ٹیکنیک اور ایکشن استعمال ہوتے ہیں وہ زیادہ تر جیوجستو ہی سے ماخوذ۔جدید ذاتی دفاع کے فن اور جیوجستو میں صرف یہی فرق ہے کہ جدید ذاتی دفاع صرف قابلِ عمل اور قابلِ استعمال ٹیکنیک اور ایکشن پر مبنی ہے اور طلباء کو کسی روائت کا پابند نہیں ہونا پڑتا اس کے علاوہ ہر خاص و عام اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

حرف آخر کے طور پر یہ کہہ دینا ضروری ہے اس فن کی تربیت کے لئے کسی ایسے اسکول

باقی صفحہ نمبر 64 پر

مقبول جہانگیر

قسط نمبر 8

پراسرار جزیرہ

دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا، پھر کہنے لگا:

"پیاس لگی ہے۔ اپنے ہاتھ سے شربت بنا کر ہمیں پلاؤ کہ ہمارا جی ٹھنڈا ہو اور تُمہارے حق میں دُعا کریں۔"

امیر حمزہ نے جلدی سے شربت بنایا۔

بُزرجمہر نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹی سی سُنہری رنگ کی ڈِبیا نکالی۔ اِس ڈبیا میں سُرخ رنگ کا کوئی مسالا سا تھا۔ اُس نے چُپکے سے چُٹکی بھر مسالا امیر حمزہ کے شربت میں مِلا دیا۔ مُقبِل وفادار نے یہ دیکھ کر کچھ کہنا چاہا، مگر بُزرجمہر نے اُسے چُپ رہنے کا اشارہ کیا۔ امیر حمزہ نے شربت پی لیا اور پیتے ہی اُنہیں زور کی چھینک آئی۔ پھر وہ بے ہوش ہو گئے۔

بُزرجمہر ہنسے اور مُقبِل سے کہا "آؤ انہیں اُٹھا کر پلنگ پر لٹا دیں۔"

"لیکن۔۔۔ یہ آپ نے کیا کیا؟" مُقبِل نے حیرت سے پوچھا۔

"اب دیکھتے جاؤ کہ میں کیا کرتا ہوں۔"

بُزرجمہر نے کہا اور امیر حمزہ کے کُرتے کا گریبان کھول دیا۔ پھر اپنی جیب سے ایک تیز دھار کا چمکدار خنجر نکالا۔ مُقبِل یہ خنجر دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔

"کیا آپ پاگل ہو گئے ہیں؟ حمزہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں!" اُس نے کہا۔

بُزرجمہر مسکرایا اور کہنے لگا "بیٹا مُقبِل، میں پاگل نہیں ہوا بلکہ حمزہ کی زندگی بچانے کا سامان کر رہا ہوں۔ میں نے نجوم کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ ہندوستان کا سفر تم لوگوں کے لیے بے شمار خطرے، اور حادثے لے کر آئے گا۔ لیکن تم لوگ خدا کے فضل و کرم سے محفوظ رہو گے۔ مگر ایک دُشمن شخص امیر حمزہ کو زہر دینے میں کامیاب ہو جائے گا اور میں ابھی زہر کا توڑ حمزہ کے جسم میں داخل کرنا چاہتا ہوں تا کہ زہر کچھ اثر نہ کرے۔"

یہ کہہ کر اُنہوں نے کبوتر کے انڈے

کے برابر ایک موتی نکالا اور مُقبل کو دکھایا۔

''اسے شاہ مُہرہ کہتے ہیں۔ دُنیا بھر میں اس کے ساتھ کا کوئی مُہرہ نہیں ہے۔ کتنا ہی خطرناک زہر ہو یہ اسے چند لمحے میں چُوس لیتا ہے۔ میں اسی مُہرے کو حمزہ کے سینے میں رکھنا چاہتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اُنہوں نے امیر حمزہ کے کھلے ہوئے سینے پر کسی روغن کی مالش کی۔ پھر خنجر سے ایک گہرا شگاف دیا۔ مُقبل یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ خُون کا ایک قطرہ بھی حمزہ کے سینے سے نہیں نکلا۔ بزرجمہر نے شاہ مُہرہ اس شگاف میں رکھا۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا بنایا ہوا مرہم نکال کر زخم پر لگایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سینے پر زخم کا نشان بھی نہ رہا۔

''خبردار، جب تک عمرو عیار تمہارے مُنھ پر تین طمانچے نہ مارے، اس شاہ مُہرے کا راز کسی سے نہ کہنا ورنہ اس کی تاثیر جاتی رہے گی۔'' بزرجمہر نے مُقبل کو سمجھایا اور مُقبل نے اقرار کیا کہ جب تک عمرو کے تین طمانچے نہ کھائے گا، کسی سے اس کا ذکر نہ کرے گا۔

اب بزرجمہر نے مطمئن ہو کر پانی میں کوئی دوا ملائی اور امیر حمزہ کے چہرے پر چھینٹا دیا۔ اُنہوں نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگے:

''تعجب ہے کہ مجھے ایک دم نیند آ گئی۔ اچھا، اب سفر کی تیاری کرتے ہیں۔''

بزرجمہر رخصت ہوا۔ امیر حمزہ نے اپنے تمام ساتھیوں اور فوجی افسروں کو بُلا کر حُکم دیا کہ سب ہتھیار اور کھانے پینے کی چیزیں جہازوں پر لا دی جائیں۔ ہم بہت جلد ہندوستان کی جانب روانہ ہو جائیں گے لیکن عمرو اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ امیر حمزہ نے کہا ''کیا بات ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے تیری؟''

''جناب، آپ اپنی فکر کیجئے۔ میری طبیعت ہمیشہ ٹھیک ہی رہتی ہے۔''

''خوب، خوب۔۔۔ اچھا تو آپ بھی چلنے کی تیاری کیجئے۔ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔'' امیر حمزہ نے مسکرا کر کہا۔

''آپ جایئے ہندوستان۔ میں اپنے وطن جاتا ہوں۔ مجھے ضرورت نہیں کہ آپ کے ساتھ دھکے کھاتا پھروں اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں چار چیزوں سے بہت ڈرتا ہوں۔ جنات،

جادو، سمندر اور اژدہا۔ ان سے میری جان نکلتی ہے۔"

امیر حمزہ یہ سن کر بہت ہنسے اور کہنے لگے:

"تم تو خود جن ہو۔ جادو تم پر کیا اثر کر سکتا ہے۔ اب رہا سمندر تو اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت۔ کوئی تیر کر تو جانا ہے نہیں۔ جہاز

میں سیر کرتے ہوئے چلیں گے۔ باقی رہا اژدہا تو اس کی فکر نہ کرو۔ اگر کہیں مل گیا تو میں اسے مار ڈالوں گا۔"

"جی نہیں۔ میں اِن چکنی چپڑی باتوں میں آنے والا نہیں ہوں۔" عمرو نے جواب دیا۔

میں کسی قیمت پر بھی آپ کے ساتھ نہ جاؤں گا۔" ہاں، خشکی چلیے تو خادم چلنے کے لیے تیار ہے۔"

امیر حمزہ دیر تک عمرو کو سمجھاتے رہے۔ مگر وہ کسی طرح نہ مانا۔ آخر اُنہوں نے دل میں کہا کہ اسے دھوکے سے لے چلنا چاہیے۔ یُوں نہیں مانے گا۔ اُنہوں نے جُھوٹ مُوٹ آنسو بہاتے ہوئے کہا:

"اچھا بھائی عمرو، تُم مکّے چلے جاؤ۔ میں تمہیں اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کرتا۔ لیکن میرا ایک کام تو کرو گے؟"

"ہاں ہاں، فرمائیے۔ میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا۔" عمرو نے کہا۔

"میں کچھ تحفے اپنے ابا جان اور دوسرے لوگوں کے لیے بھیجنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ ابا جان کے نام ایک خط بھی لکھ کر تمہیں دوں گا۔ یہ تحفے اور خط اُن تک حفاظت سے پہنچا دینا۔"

"بہت اچھا۔ وعدہ رہا کہ یہ کام کُروں گا۔" عمرو نے کہا "اب مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنے سفر کی تیاری کروں اور آپ اپنے سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔"

اگلے روز صبح سویرے جہازوں کے ملاّحوں اور اُن کے افسروں نے امیر حمزہ کو خبر دی کہ سب سامان اور سپاہی جہازوں پر سوار ہو چُکے ہیں۔ امیر حمزہ بھی اپنے دوستوں کو لے کر ساحل پر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ تین بڑے بڑے جہاز سُمندر میں لنگر انداز ہیں اور ان کے بادبان ہوا میں پھڑ پھڑا رہے ہیں۔ یہ جہاز تین تین منزل اُونچے تھے اور ان کے عرشوں پر چلتے پھرتے ملاّح اور سپاہی ننھے ننھے بونے دکھائی دیتے تھے۔

امیر حمزہ اپنے جہاز پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ایک آدمی کو کشتی میں بٹھا کر ساحل پر بھیجا کہ عمرو سے کہے کہ امیر حمزہ کا خط اور تحفے آ کر لے جائے۔ پہلے تو عمرو

نے یہ بات نہ مانی مگر بعد میں جب اس شخص نے کئی ہزار اشرفیوں کا لالچ دیا تو مان گیا اور کشتی میں بیٹھ کر اُس جہاز میں چلا آیا جس میں امیر حمزہ سوار تھے۔

عمرو آیا تو امیر حمزہ نے ڈھیر سارے تحفے اُس کے سُپرد کیے۔ پھر خواجہ عبدالمطلب کے نام لکھا ہوا خط دیا۔ عمرو جب یہ چیزیں سنبھال کر واپس جانے کے لیے اُٹھا تو امیر حمزہ کہنے لگا:۔"

"جاتے جاتے گلے تو مل جاؤ۔ کیا خبر ہماری تمہاری ملاقات دوبارہ ہو کہ نہ ہو۔"

یہ باتیں سُن کر عمرو کا جی بھر آیا۔ جھٹ امیر حمزہ سے چمٹ گیا اور آنسو بہانے لگا۔ امیر حمزہ نے جب اُسے اچھی طرح قابو میں کر لیا تو چلاّ کر جہاز کے ملاّحوں کو حکم دیا "فوراً لنگر اُٹھاؤ۔"

روانگی کے گولے دھما دھم چھوٹے، جہازوں کے لنگر اُٹھائے گئے، باد باد کھول دیے گئے اور تینوں جہاز آہستہ آہستہ ساحل سے دور ہٹنے لگے۔ عمرو نے آزاد ہونے کے لیے ایڑی چوٹی تک کا زور لگا دیا مگر امیر حمزہ کے فولادی بازوؤں سے نکلنا محال تھا۔ وہ زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گیا اور غصے میں امیر حمزہ کو جو جی میں آیا، بکا۔

امیر حمزہ نے جب اندازہ کیا کہ جہاز ساحل سے خاصی دُور گہرے سمندر میں آ گئے ہیں، تب اُنہوں نے عمرو کو چھوڑا۔ وہ چھُٹتے ہی جہاز میں اس سرے سے اُس سرے تک دوڑنے لگا۔ ملاّحوں نے اِن تینوں جہازوں کو لوہے کی بڑی بڑی زنجیروں کے ذریعے آپس میں باندھ دیا تھا تاکہ طوفان آئے تو جہاز ایک دوسرے سے دُور نہ ہو جائیں۔ اِن زنجیروں کے ساتھ ساتھ ایک جہاز سے دوسرے جہاز میں جانے کے لیے رسیوں کے پُل بھی باندھ دیے گئے تھے۔ عمرو ان پُلوں پر اُچھلتا کودتا ایک جہاز سے دُوسرے اور دُوسرے سے تیسرے میں گیا۔ لیکن زمین بہت دُور تھی۔ آخر مایوس ہو کر اُسی جہاز میں لوٹ آیا جس میں امیر حمزہ سوار تھے۔

کُچھ دُور جا کر سُمندر کے بیچوں بیچ خُشکی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نظر آیا۔ کوئی بیس گز لمبا اور سات آٹھ گز چوڑا۔ عمرو اس ٹاپو کو دیکھ کر خوش

ہوا۔ دل میں کہنے لگا چھلانگ لگا کر خشکی پر پہنچوں اور وہیں بیٹھ رہوں۔ یہاں تک مچھیروں کی کشتیاں تو آتی ہی ہوں گی۔ انہی کے ساتھ واپس ساحل پر چلا جاؤں گا۔

یہ سوچ کر چھلانگ لگائی اور ٹاپو پر پہنچ گیا۔ لیکن جُنہی اس کے قدم اس پر جمے، ٹاپو نے جُنبش کی اور اس کا آدھا حصہ پانی میں غائب ہو گیا۔ عمرو دہشت سے چلّایا اور مدد مدد پُکارنے لگا۔ اُس نے جسے خشکی کا ٹکڑا سمجھا، وہ اصل میں ایک بہت بڑی وہیل مچھلی تھی جو سانس لینے کے لیے سمندر کی سطح پر آ گئی تھی۔ اب جو اُس نے غوطہ لگایا تو عمرو کے ہوش اُڑے اور بے اختیار امیر حمزہ کو آواز دی کہ خُدا کے لیے مُجھے بچاؤ۔ امیر حمزہ نے عمرو کی آواز سُن لی اور جلدی سے عرشے پر آئے۔ دیکھا کہ عمرو پانی کے اندر غوطے کھا رہا ہے۔ قہقہہ مار کر ہنسے اور ملاّحوں کو حُکم دیا کہ اسے بچاؤ۔ خبردار، ڈوبنے نہ پائے۔

ملاّح پلک جھپکتے میں عمرو کو پانی سے نکال لائے۔ عمرو نے گیلے کپڑے اُتار کر دوسرے کپڑے پہنے اور جہاز کے ایک کونے میں دَبک کر بیٹھ گیا۔ داناؤں نے سچ کہا ہے کہ مُصیبت میں پھنسنے کے بعد ہی عافیت کی قدر ہوتی ہے۔

امیر حمزہ کے جہاز ایک مہینے تک سمندر کی لہروں پر سفر کرتے رہے۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور خُشکی کا کہیں پتا نہ تھا۔ آخر ایک دِن دُور سُرمئی رنگ کی ایک لکیر سی نظر آئی۔ یہ ایک جزیرہ تھا۔ بڑا سرسبز اور خوب صورت۔ امیر حمزہ کے حُکم سے لنگر ڈال دیے گئے اور سب کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرے کی جانب روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران میں نہ کسی کو نہانے کا موقع ملا تھا اور نہ کسی نے کپڑے دھوئے تھے۔ اس کے علاوہ پینے کا میٹھا پانی بھی ختم ہونے کے قریب تھا۔ امیر حمزہ نے کہا کہ اس جزیرے پر ضرور پانی کے چشمے ہوں گے۔ یہاں سے تازہ پانی لے لیا جائے اور جو شخص نہانا یا کپڑے دھونا چاہے اُسے بھی اجازت ہے۔

سب سے پہلے عمرو نے جزیرے پر قدم رکھا۔ وہ اِتنا خوش ہوا کہ ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتا ہُوا دُور نکل گیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور درخت پھلوں سے لدے

کھڑے تھے۔ عمرو حیران تھا کہ اِتنا بڑا اور خوب صورت جزیرہ ہے لیکن نہ آدمی نہ آدم زاد۔ بالکل ویران پڑا ہے۔

تھوڑی دیر بعد عمرو کو پیاس نے ستایا۔ اِدھر اُدھر پانی چشمہ تلاش کیا، مگر نہ ملا۔ آخر مایوس ہو کر ایک درخت کے قریب پہنچا جس کی شاخوں پر سُرخ رنگ کے بڑے بڑے سنگترے لگے ہوئے تھے۔ عمرو نے چند سنگترے توڑے اور ان کے عرق سے پیاس بُجھائی۔

ابھی پھل کھانے میں مصروف تھا کہ درخت کے تنے میں سے ایک عجیب سی آواز آئی:

''ارے بیٹا عمرو، تُم یہاں کب آئے؟

عمرو نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور حیرت سے اُس کی آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ گئیں۔ درخت کے تنے کے ساتھ کوئی سو برس کا بُڈھا پیٹھ لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر بے شمار جُھریاں پڑی ہوئی تھیں اور سر اور ڈاڑھی کے تمام بال برف کی مانند سفید تھے۔ بازو نہایت قوی اور لمبے، لیکن ٹانگیں بہت پتلی اور لکڑی کی کھپچیوں کی طرح سخت تھیں عمرو اس بُڈھے کو یوں بیٹھا دیکھ کر ڈرا اور سوچنے لگا کہ اسے میرا نام کیوں کر معلوم ہوا؟ اُسے چُپ پا کر بڈھے نے پھر محبت بھری آواز میں کہا:

''بیٹا عمرو، ڈرو مت، میرے نزدیک آؤ۔ میں کوئی غیر نہیں، تمہارا سگا چچا ہوں۔ بہت دن ہوئے جب تُم چھوٹے سے تھے، تب میں گھر والوں سے لڑ جھگڑ کر ہندوستان کی طرف نکل گیا تھا۔ ہندوستان میں بہت روپیہ کمایا اور اس روپے سے طرح طرح کے قیمتی جواہرات خریدتا رہا۔ آخر اِن جواہرات کا ایک بڑا خزانہ میرے پاس جمع ہو گیا۔ مُجھے اپنے وطن سے نکلے ہوئے کئی برس ہو گئے تھے اور گھر والوں کی یاد میں دل تڑپ رہا تھا۔ اس لیے میں ایک جہاز پر سوار ہو کر عرب کی طرف چلا۔ مگر راستے میں زبردست طُوفان نے جہاز کو گھیر کر تباہ کر دیا۔ میں بڑی مُشکل سے ایک تیرتے ہوئے تختے پر چڑھا اور جان بچائی۔ جواہرات کا صندوقچہ میرے پاس تھا۔ تیرتے تیرتے وہ

تختہ اس جزیرے پر آن لگا۔ اُس وقت سے اب تک یہیں ہوں۔''

''بڈھے نے جواہرات کے صُندوقچے کا ذکر کیا تو عمرو کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ سوچنے لگا کہ کسی طرح بڈھے سے یہ صندوقچہ ہتھیانا چاہئے۔ فوراً آگے بڑھا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا:

''ہاں چچا، میں نے آپ کو پہچان لیا۔ میں ایک لشکر لے کر ہندوستان فتح کرنے کے اِرادے سے جا رہا تھا۔ راستے میں یہ خوب صورت جزیرہ دیکھا تو جی مچل گیا۔ سوچا کہ چند دن یہاں کی سیر کی جائے۔ کیا خبر تھی کہ اتنی مدّت کے بچھڑے ہوئے چچا سے یُوں ملاقات ہوگی۔ اب میں ہندوستان نہیں جاتا۔ آپ کے ساتھ عرب جاؤں گا۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ وہ صندوقچہ کہاں ہے؟''

بڈھا یہ سُن کر پوپلے مُنھ سے مُسکرایا اور کہنے لگا:

''ارے بیٹا، ذرا چُھری تلے دَم تو لو۔ صُندوقچہ تُمھارا ہی ہے۔ میں تو اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں۔ آج مرا تو کل دُوسرا دِن۔ وصیّت کر جاؤں گا کہ سب ہیرے جواہرات تمھی کو ملیں۔ اصل میں میں نے وہ صُندوقچہ ایک جگہ زمین میں دبا رکھا ہے۔ جب یہاں سے چلیں گے تو اُسے نکال لیں گے۔ تُم فکر نہ کرو۔ اچھا، باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ مُجھے سخت پیاس لگی ہے۔ پانی تو کہیں ملتا نہیں، پھلوں کے رَس ہی سے پیاس بُجھاتا ہُوں۔''

''ابھی لیجیے چچا جان، جتنے جی چاہے پھل کھائیے۔ میں توڑے دیتا ہوں۔'' عمرو نے کہا۔

''نہیں بیٹا، آج تو میرا جی چاہتا ہے کہ پھل خود اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ تم دیکھتے ہو کہ بیماری سے میرے دونوں پاؤں لکڑی کی طرح سخت اور پتلے ہو گئے ہیں۔ بالکل چلا نہیں جاتا۔ اِتنی مہربانی کرو کہ مجھے اپنی پیٹھ پر سوار کرلو۔ میں اپنا ہاتھ بڑھا کر خود پھل توڑوں گا۔''

''بہت اچھا، آئیے۔ یہ پیٹھ حاضر ہے۔'' عمرو نے کہا اور گھٹنوں کے بَل جُھک گیا۔ بڈھا بندر کی طرح اُچک کر اُس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور اپنی دونوں ٹانگیں اس کی گردن میں

ڈال کر اچھی طرح کس لیں۔ پھر ہاتھ میں پکڑا ہُوا موٹا سا ڈنڈا اس کی ٹانگ پر مارا اور کہنے لگا:

''ہاں بیٹا، اب ذرا دوڑ تو لگا۔ دیکھوں تیری رفتار کیا ہے؟''

''چچا جان، یہ کیا مذاق ہے؟'' عمرو نے ناراض ہو کر کہا۔

''مذاق وذاق کُچھ نہیں۔ اب تُم دوڑو۔'' بڈھے نے عمرو کو ڈانٹا اور اپنی ٹانگوں سے اُس کی گردن اِس زور سے دبائی کہ اس کی آنکھیں اُبل پڑیں اور دَم گھٹنے لگا۔ وہ چلّایا!''

ارے چچا جان، یہ کیا کرتے ہو۔ دوڑتا ہوں ابھی دوڑتا ہوں۔''

یہ کہہ کر عمرو نے ہرن کی طرح زقند بھری اور میلوں تک دوڑتا چلا گیا۔ وہ خبیث بُڈھا اس کے دوڑنے بھاگنے سے بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا'' بھئی واہ۔ کیا اچھا گھورا ملا ہے۔ رُکو مت۔ دوڑے جاؤ۔''

چند لمحے بعد عمرو نے کہا'' چچا جان، میں تھک گیا ہُوں۔ مہربانی ہو گی اگر آپ میری پیٹھ پر سے اُتر جائیں۔''

''ہاہاہا۔'' بڈھے نے ایسا خوف ناک قہقہہ لگایا کہ عمرو کا خُون خشک ہو گیا۔'' کیا کہا تُو نے؟ تیری پیٹھ پر سے اُتر جاؤں؟ ناممکن۔ بالکل ناممکن۔ جب تک تیرے جسم میں جان ہے اور تُو دوڑنے کے قابل ہے میں تیری پیٹھ سے ہرگز نیں اُتروں گا۔''

اب تو عمرو کی سٹّی گُم ہو گئی۔ دِل میں سوچنے لگا کہ خُدا جانے یہ خبیث کون ہے۔ پُوچھنا تو چاہئے۔

''چچا جان، سچ سچ بتایئے کہ آپ کون ہیں؟''

''ہم ۔۔ ہم ۔۔ اِس جزیرے کی بد رُوح ہیں۔'' بڈھے نے قہقہہ لگایا۔'' مجھ جیسی بدرُوحیں یہاں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ ہم سب شیطان کی اولاد میں سے ہیں۔۔ ہاہاہا۔۔ زیادہ بک بک نہ کر اور دوڑ لگا۔''

یہ کہہ کر بُڈھے نے ڈنڈا عمرو کی ٹانگوں پر مارا اور گردن دبائی۔ عمرو پھر بھاگ اُٹھا۔ دوڑتے دوڑتے پھر ساحل کی طرف گیا۔ اس کا خیال تھا کہ امیر حمزہ یا مُقبل وفادار سے اس بُڈھے کو ہلاک کراؤں گا۔ لیکن وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہے کہ ویسی ہی شکل وصُورت کے ہزار ہا

بُڈھے جہاز کے ملاّحوں اور سپاہیوں کی گردن پر سوار ہیں اور ان کو خوب دوڑا رہے ہیں۔
سب سے بُری حالت عادی پہلوان کی تھی۔ موٹا تازہ ہونے کے باعث اس سے دوڑا نہ جاتا تھا۔ چند قدم بھاگتا اور رُک کر ہانپنے لگتا۔ اس پر اس کا سوار ناراض ہو کر بے تحاشا ڈنڈے برساتا۔

امیر حمزہ نے عمرو کو دیکھا تو ہنسے اور کہنے لگے ''عمرو، ان بلاؤں سے چھٹکارا پانے کی کوئی تدبیر کر ورنہ ہم دوڑتے دوڑتے مر جائیں گے۔''

''ترکیب تُم خود کرو۔ مُجھے تو اِس بھاگ دوڑ میں مزہ آرہا ہے۔'' عمرو نے جواب دیا اور اِتنا تیز دوڑا کہ سب سے آگے نکل گیا۔ عمرو کا یہ جواب سُن کر بُڈھا خوش ہُوا اور کہنے لگا:

''شاباش میرے گھوڑے، تُو نے اُس کو اچھا جواب دیا۔''

عمرو کا ذہن اس بلا سے رہائی پانے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ بُڈھے کو باتوں میں بہلایا جائے۔ وہ بھاگتے بھاگتے رُکا اور بڑی سُریلی آواز میں گانے لگا۔ گانا سُن کر بُڈھا اور خوش ہوا۔ کہنے لگا:

''آہا، میرا گھوڑا تو گاتا بھی ہے۔ اب تو کسی قیمت پر اسے نہ چھوڑوں گا۔''

''چچا جان، مُجھے بھی تُم سے محبت ہو گئی ہے۔'' عمرو نے کہا اور پھر دوڑنے لگا۔

ایک پہاڑ کے قریب سے گزرتے ہوئے اُس نے دیکھا کہ جنگلی اُنگوروں کی بیلیں پھلوں سے لدی ہُوئی ہیں اور اُنگوروں سے رس ٹپک ٹپک کر ایک بڑے سے پتھر کے پیالے میں گر رہا ہے۔ عمرو نے اس پیالے سے مُنہ لگا کر چند گھونٹ پیئے اور ہوا کی طرح کئی میل تک دوڑتا چلا گیا۔ بُڈھا خبیث خوش ہو کر کہنے لگا:

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس عرق نے تمہارے اندر قوّت بھر دی ہے۔''

''ہاں چچا، کیا کہنے ہیں اس عرق کے۔ جواب نہیں۔ اب میں برسوں تک رُکے بغیر دوڑ سکتا ہُوں۔ مگر ایک بات کہتا ہُوں۔ تُم اُنگوروں کا یہ رس کسی چیز میں بھر کر میدان میں رکھ دو۔ جب میں دوڑتے دوڑتے تھک

جاؤں تو تھوڑا سا رس میرے حلق میں ٹپکا دینا۔ میں پھر تیز ہو جاؤں گا۔ مگر تم ہرگز نہ پینا۔''

بڈھا مان گیا۔ اُس نے انگوروں کا رس نکالا اور ایک بڑے سے کدو کو کھوکھلا کر کے اس میں بھر کر میدان میں رکھ دیا۔ رس دِن بھر دُھوپ میں پڑا پڑا زہر ہو گیا۔ شام کو عمرو بڈھے کو لے کر واپس آیا تو اُس نے کدو اُٹھا کر رس پینا چاہا مگر بڈھے نے کدو اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اُس نے اپنے دِل میں کہا کہ یہ خود تو مزے سے پیتا ہے اور مجھے منع کرتا ہے۔ ضرور اس میں کوئی خاص بات ہے۔ یہ سوچ کر اُس نے رس پینا شروع کیا۔ عمرو جتنا منع کرتا، اُتنا ہی وہ اور پیتا۔ کچھ دیر بعد زہر اُس کی رگ رگ میں پھیل گیا اور وہ بے جان ہو کر عمرو کی پیٹھ سے زمین پر گر پڑا۔

عمرو اُسی وقت اپنے ساتھیوں کی جانب دوڑا۔ وہ بے چارے ابھی تک ان بلاؤں سے نجات نہ پا سکے تھے اور دوڑتے دوڑتے پاگل ہو رہے تھے۔ عمرو کو آزاد پایا تو سب کے سب خوشامد کرنے لگے کہ ہمیں بھی اِن بھوتوں سے چھٹکارا دِلاؤ۔ عمرو نے کہا

''یہ کام محنت کا ہے اور میں مُفت میں کیوں محنت کروں؟ بولو، مجھے کیا دو گے؟''

سب نے اِقرار کیا کہ ہر شخص سو سو اشرفیاں دے گا۔ تب عمرو نے اپنا خنجر نکالا اور ایک ایک کر کے تمام بڈھوں کے سر کاٹ ڈالے۔ اس کے بعد وہ سب جہازوں پر سوار ہو کر ہندوستان روانہ ہو گئے۔

باقی آئندہ

☆☆☆

بقیہ حصہ

میں داخل ہوں جس کے بارے میں ہر طرح سے اطمینان کر لیا گیا ہو نیز کبھی اور کسی سے بھی معاہدہ کر کے خود کو پابند نہ کریں بلکہ جو کچھ سیکھنا ہے ذاتی مصروفیت کے لحاظ سے اور خوشی کے ساتھ سیکھیں کوئی ایسی پابندی قبول نہ کریں جو بعد میں پریشان کن ثابت ہو۔

☆☆☆

☆......ختم شد......☆

ایاز کے گھر نیا ٹی وی اور کیبل کیا آیا ...... ایک قیامت آ گئی۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب ایاز میاں کیبل پر کوئی نہ کوئی انگریزی یا بھارتی فلم نہ دیکھتے ہوں۔ کبھی کبھار گھر کے بڑوں کے ساتھ کوئی سبق آموز یا تاریخی فلم دیکھ لینے میں تو کوئی ایسا مضائقہ نہیں لیکن روزانہ باقاعدگی کے ساتھ فلم دیکھنا تو واقعی بُری اور وقت ضائع کرنے والی بات ہے اور اس سے زیادہ غلط بات یہ تھی کہ ایاز میاں فلم دیکھنے کے بعد خود کو فلمی ہیرو سمجھنے لگتے تھے۔ رنگ برنگے کپڑے پہننا۔ پیشانی پر بال گرا کر انہیں جھٹکا دینا اور اسی طرح کی بہت سی عادتیں ان کے اندر پیدا ہو گئی تھیں۔

ایک دن تو انہوں نے حد یہ کر دی، گھر کے کام کاج کے لئے امی نے ایک نوکر رکھا ہوا تھا۔ ایاز میاں سارا دن اسے ساتھ لئے لان میں گھومتے رہے اور اسے عجیب وغریب احکامات دیتے رہے۔ مثلاً یہ کہ ''دیکھو میں تمہارا باس ہوں جو میں حکم دوں گا۔ تم فوراً اس پر عمل کرو گے۔'' یا یہ کہ ''میں ...... ہیرو ہوں اور تم ولن ہو ...... تمہاری پٹائی لگاؤں گا اور تم خاموشی سے مار کھاؤ گے۔'' ایاز میاں گھر بھر کے لاڈلے تھے۔ اس لئے نوکر ان کے الٹے سیدھے حکم مانتا رہا جس کی وجہ سے یہ ہوا کہ ایاز میاں نے مکے مار مار کر نوکر کا حلیہ خراب کر دیا۔ اس بیچارے کا چہرہ سوج گیا لیکن ایاز کے دل میں ذرہ برابر بھی ہمدردی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ امی دفتر سے لوٹیں تو انہوں نے نوکر کو دکھا کر پوچھ لیا۔ ''یہ تمہارا چہرہ کیوں سوجا ہوا ہے؟'' جس پر اس نے سب کچھ بتا دیا کہ

کسی طرح ایاز میاں فلمی ہیرو بن کر اس کی دھنائی کرتے رہے۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے......ایاز'' امی نے تقریباً اس کا بازو جھنجھوڑ ڈالا۔ ''تمہیں کا ہو گیا ہے۔''

''ہاہاہا......میں ہیرو ہوں......سپر اسٹار'' ایاز میاں پیچھے ہٹتے ہوئے فلمی اداکاروں کے سے انداز میں بولے۔ زیادہ لاڈ نے انہیں واقعی ضرورت سے زیادہ شوخ بنا دیا تھا۔

''اوہ......میں سمجھی یہ سب کیبل کا کارنامہ ہے۔'' امی نے سر ہلا کر کہا۔ ایاز نے تو جیسے یہ بات سنی ہی نہیں۔ سینے پے ہاتھ مار کر کہنے لگے۔

''امی میں بڑا ہو کے فلمی ہیرو بنوں گا۔''

''تمہارا دماغ نہیں چل گیا ہے......ایاز......ہوش میں ہو۔''

لیکن اس وقت تک ایاز میاں چھلانگ لگا کر اندر جا چکے تھے۔

☆

اگلی رات کو یہ مسئلہ امی اور دادی جان کے درمیان بحث کا موضوع بنا رہا۔ آخر ایاز میاں کو راہ راست پر کس طرح لایا جائے؟

دادی جان تو شروع سے ہی کیبل کے خلاف تھیں۔ انہوں نے کہا۔

''دیکھو بہو......میں ایاز کو سمجھاتی ہوں لیکن پہلے تم اس شیطان کے چرخے کو نکالو......اصل میں یہی فساد کی جڑ ہے۔''

''ہاں......اب تو واقعی نکالنا ہی پڑے گا۔'' امی نے جیسے سوچتے ہوئے کہا۔ اتنے میں ایاز میاں بھی آنکھیں ملتے ہوئے آ گئے۔

''کیا بات ہے بیٹا......نیند نہیں آ رہی ہے؟'' دادی جان نے پیار سے پوچھا۔

''وہ......دادی......کل سے امی مجھ سے بات نہیں کر رہی ہیں۔ آپ انہیں سمجھائیے نا......'' ایاز نے امی کی شکایت کی۔

''کیا تمہاری امی تم سے ناراض ہیں؟'' دادی جان نے انجان بن کر پوچھا۔

''جی ہاں......بہت سخت ناراض ہیں۔ بات ہی نہیں کرتیں۔''

''لیکن کیوں بیٹے؟''

''میں فلمی ہیرو بننا چاہتا ہوں......اس

لئے" ایاز نے منہ بنا کر کہا۔ "دادو...... کیا فلمی ہیرو بننا بری بات ہے؟"

"مجھے تو خوشی ہوگی کہ تم ہیرو بنو۔" دادی جان نے ایاز کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ "لیکن فلمی نہیں...... قومی ہیرو"

"قومی ہیرو؟ ایاز سوالیہ انداز میں دادی جان کو دیکھنے لگا۔

"ہاں قومی ہیرو۔ اچھا تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں ایسے ہی ایک قومی ہیرو کی کہانی سناتی ہوں...... اس کا نام سکندر تھا۔"

دادی جان ماضی کی یادوں میں کھو گئیں۔

☆

پاک فوج کے جوان لاہور چھاؤنی میں اطمینان سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ لیفٹیننٹ سکندر اپنے کمرے میں بیٹھے گھر والوں کو خط لکھ رہے تھے۔

"لیفٹیننٹ سکندر...... دشمن فوج نے ہامرے پاک وطن پر حملہ کر دیا ہے۔" یکا یک کرنل عارف کمرے میں داخل پر حملہ کر دیا ہے۔" یکا یک کرنل عارف کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ب ڑے تیزی سے بولے۔ ان کے چہرے سے پریشانی اور تردّد جھلک رہا تھا۔

"جی...... ؟" لیفٹیننٹ سکندر کو جیسے یقین نہیں آیا۔

"ہاں...... اور دشمن فوجیں ہمارے شہروں میں آگھسی ہیں...... تم فوراً ایک دستہ لے کر نکلو باقی لوگ بھی جا رہے ہیں۔" کرنل عارف نے میز کے پاس آکر اس خط پر پیپر ویٹ رکھ دیا جو لیفٹیننٹ سکندر لکھ رہے تھے اور جو ابھی نامکمل تھا۔

"بہت اچھا...... سر" لیفٹیننٹ سکندر نے مستعدی سے کہا اور وہ بڑی تیزی سے سول ڈریس اتار کر فوجی وردی زیب تن کرنے لگے۔ کرنل صاحب سر ہلا کر باہر نکل گئے۔

معمولی سے وقفے میں پورے طرح تیار ہو کر لیفٹیننٹ سکندر پارک وطن کے جوانوں کے پاس آئے اور چاق وچوبند دستہ لے کر دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ پاک فوج کا یہ دستہ ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں، فوجی جیپوں اور ٹرکوں پر مشتمل تھا۔ آج ان کا رخ لاہور سے

قریب واقع دشمن ملک کی سرحد کی طرف تھا۔ وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ گھمسان کا رن جاری ہے۔

دشمن ملک کے فوجیوں کے ساتھ پاکستانی فوج کے جیالے بڑی شان سے لڑ رہے تھے۔ دشمن کے جدید ترین ہتھیاروں کے مقابلے میں پاک فوج کے پاس کچھ زیادہ اچھا سامان حرب نہیں تھا مگر ان کے پاس جذبہ ایمانی کی ناقابل تسخیر قوت تھی جسے شکست دینا بزدل دشمنوں کے بس کی بات نہیں تھی۔

لیفٹیننٹ سکندر جیپ سے اترے اور پشتول ہاتھ میں لے کر آگے بڑھنے لگے۔ انہوں نے فوجی جوانوں کو بھی مختلف سمتوں سے آگے بڑھنے کی ہدایت کر دی تھی۔ لیفٹیننٹ سکندر نے دیکھا کہ ایک جگہ دشمن فوجیوں نے مضبوط مورچہ بنا رکھا ہے جہاں سے وہ بڑے کامیابی سے پاک فوج پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ لیفٹیننٹ سکندر ایک لمبا چکر کاٹ کر ان کے عقب میں پہنچے اور یکے بعد دیگرے تیزی سے فائرنگ کر کے ان سب کو بھون دیا۔ دشمن کے ہاتھوں سے گرنے والی مشین گنوں میں سے ایک کو لیفٹیننٹ سکندر نے کندھے سے لٹکا اا اور دوسری ہاتھ میں لے کر مزید آگے بڑھنے لگے۔

اپنے دستے کی کمان انہوں نے ایک سیکنڈ لیفٹیننٹ کے سپرد کر دی تھی۔

یکا یک لیفٹیننٹ سکندر اپنی جگہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ ایک دشمن فوجی نے اچانک یہ ان کے سامنے نمودار ہو کر ان پر ریوالو تان لیا تھا۔

لیفٹیننٹ سکندر نے مشین گن یوں آگے بڑھائی جیسے اسے فوجی کے حوالے کرنا چاہتے ہوں۔ دشمن فوجی ایک لمحے کے لئے مطمئن ہو گیا۔ لیفٹیننٹ سکندر اس سنہری موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن فوجی کے ہاتھ کو پوری قوت سے جھٹکا دے کر مشین گن فوجی پر پھینک دی اور خود گوطہ مار کر نیچے گرتے چلے گئے۔ فوجی کے ریوالور سے نکلنے والی گولیاں خالی گئیں۔ لیفٹیننٹ سکندر نے زمین پر پہنچتے ہی چیتے کی سی پھرتی سے فوجی کی دونوں ٹانگیں اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے کر پوری قوت سے انہیں جھٹکا دیا۔ فوجی منہ کے بل زمین پر آ رہا۔

لیفٹیننٹ سکندر تیزی سے اٹھ کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے اور دونوں ہاتھ سے اس کا گلا دبا نے لگے۔ دشمن مچلنے لگا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا چھڑانے کی بھرپور جدوجہد کرنے لگا مگر لیفٹیننٹ سکندر کے ہاتھوں کے آہنی شکنجے سے نہ بچ سکا۔ اس کی آنکھیں باہر اُبل آئیں۔ منہ سے خون نکلنے لگا اور زبان لٹک گئی۔

دشمن کو جہنم رسید کر کے لیفٹیننٹ سکندر اٹھے اور نے یکا یک ایک خطرناک فیصلہ کیا وہ اسی طرح گھسٹتے ہوئے تیزی سے بارود والے کمرے کی طرف بڑھنے لگے مشین گن اٹھا کر دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ اسی وقت انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کی پنڈلی میں کسی نے گرم گرم سیسہ ڈال دیا ہو۔ وہ کراہ کے ساتھ تیزی سے زمین پر گر گئے اور پلٹ کر اس سمت دیکھنے لگے جہاں سے ان پر فائر ہوا تھا۔ وہاں دشمن فوجی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کی گولی نے اس کے مخالف کا کام تمام کر دیا ہے۔ لیفٹیننٹ سکندر کے منہ کا ذائقہ نفرت کے مارے کڑوا ہو گیا۔ انہوں نے دانت بھینچے اور مشین گن سیدھی کر کے فوجی کو گولیوں سے بھون دیا۔

پنڈلی کے زخم کی وجہ سیان کے لئے کھڑے ہونا مشکل تھا۔ اس لئے وہ گھسٹتے ہوئے آگیبڑھن لگے۔ اس طرح نہ جانے وہ کب تک گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

آس پاس گولیوں اور دھماکوں کی آوازوں سے سارا ماحول گونج رہا تھا۔ آسمان پر طیاروں کا شور تھا۔ دشمن ملک کے اور پاک فضائیہ کے طیارے ادھر ادھر پارواز کر رہے تھے اور بمباری کر رہے تھے۔

ایک ٹیلے کے پاس پہنچنے کے بعد لیفٹیننٹ سکندر رک کر اپنی سان درست کرنے لگے۔ چندلمحو بعد انہوں نے ٹیلے سے سر اٹھا کر دوسری طرف جھانکا۔ وہاں دشمن فوج نے پاک فوج کی اے ک چوکی پر قبضہ کرر کھا تھا اور دشمن فوجی وہاں یوں گھوم پھر رہے تھے جیسے یہ ان کی اپنی زمین ہو۔ وہاں سے توپوں کے ذریعہ پاک فضائیہ کے طیاروں پر گولے برسائے جا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر لیفٹیننٹ سکندر کی آنکھیں نفرت سے جلنے لگیں اور وہ گھسٹتے ہوئے عقبی راستے سے چوکی

کی طرف بڑھنے لگے۔ اس سے پہلے کہ دشمن فوجی کوئی کاروائی کرتے لیفٹیننٹ سکندر نے مشین گن سیدھی کی اور تڑاتڑ گولیاں برسانے لگے۔ دشمن فوجی چیختے ہوئے کٹے ہوئے شہتیروں کی طرح ڈھیر ہوتے گئے۔

یکا یک کہیں سے ایک گولی آئی اور لیفٹیننٹ سکندر کیشانے میں آگ لگا گئی۔ ان کے منہ بے اختیار ایک چیخ نکلی اور وہ درد وکرب سے کراہنےلگے۔

"یا اللہ ...... مجھے اسوقت تک زندہ رکھنا جب تک میں یہ بارود کا ذخیرہ تباہ نہ کر دوں لیفٹیننٹ سکندر زیر لب بڑبڑائے اور بڑی سختی سے ہونٹ بھینچ کر دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ گھسیٹے گھسیٹے وہ بیرک کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ساتھ ساتھ وہ مشین گن سے گولیاں برسا کر راستے کی رکاوٹیں بھی ہٹاتے جا رہے تھے۔

لیفٹیننٹ سکندر کے دروازے پر پہنچتے ہی دشمن فوجیوں کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ انہیں موت اپنے سر پر دکائی دینے لگی۔ اس بوکھلاہٹ میں سب کی عقل خبط ہو کر رہ گئی تھی اور ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔

اس موقع پر کچھ فاصلے پر موجود ایک ٹینک میں بیٹھے دو دشمن فوجیوں نے اپنی دانست میں عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لیفٹیننٹ سکندر پر گولا پھینکا۔ گولے نے لیفٹیننٹ سکندر کو چیتھڑوں میں تبدیل کر کے فضا میں بکھیر دیا مگر پھر دھماکوں پر دھماکے ہونے لگے۔ گولے سے اندر موجود بارود کا سارا ذخیرہ پھٹ پڑا۔

کچھ ہی دیر میں وہاں ...... موجود ہر چیز تباہ و ہو گئی ...... نہ دشمن فوجی رہے نہ ان کا سامان جنگ ...... بس آگ اور دھواں باقی رہ گیا۔

"مگر دادی ...... ابو کا کیا ہوا؟" ایاز نے جو بڑے محویت سے دادی جان کی زبانی کہانی سن رہا تھا سوال کیا۔ "پتا نہیں بیٹے ...... ایک پاکستانی فوجی نے انہیں گھسیٹ کر دشمنوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ زخمی تھے لیکن اس سےقبل کہ وہ ان کی مدد کو جاتا یا ان کے کچھ کام آتا کہیں سے ایک گویل اسے آ کر لگی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ بعد میں اسے پاکستانی فوجی اٹھا کر اسپتال لے گئے

جہاں اس کا علاج ہوا اور وہ صحت یاب ہو کر واپس آ گیا۔ یوں اس نے غازی کا درجہ حاصل کیا اور تمہارے ابو نے شہید کا۔'' دادی جان نیعینک ہٹا کر آنکھوں میں بھر آنے والے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا ہوا دادی جان؟'' ایاز نے دوبارہ پوچھا۔

''حکومت نے لیفٹیننٹ سکندر کو شہید قرار دے کر انہیں نشان امتیاز عطا کیا...... جو تمہاری امی نے وصول کیا......''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل ہیرو تو ابو تھے......قومی ہیرو......جنہوں نے ملک اور قوم کی خاطر جان قربان کر دی۔'' ایاز بڑے جوش سے بولا۔

''ہاں اور ایک تم ہو جو فلمی ہیرو بننے کی ضد کر رہے ہو۔'' دادی جان نے بڑے دھیمے انداز میں کہا۔

'' میں ......قومی ہیرو بنوں گا......اور دادی جان......فلمی ہیرو نہیں......'' ایاز نے اپنا فیصلہ سنایا۔

دادی جان نے مڑ کر آیاز کی امی کو دیکھا جن کی آنکھیں خوشی سے مسکرا اٹھی تھیں۔

پانچ بجے

ایک مالک (نوکر سے) مجھے شام پانچ بجے جگا دینا۔

نوکر: حضور پانچ بج چکے ہیں۔

مالک۔ ابے کم بخت میری شکل کیا دیکھ رہا ہے اب جگا بھی دے۔

(مرسلہ: وقاص انجم، جھنگ)

نقطہ آغاز

ننھے ادیبوں کی نئی تحریریں

قیمتی موتی

(مرسلہ: عمران عابد وڑائچ، ڈنگہ، تحصیل کھاریاں)

☆ ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادات کا دروازہ روزے ہیں۔

☆ اچھا ساتھی تنہاء میں بہتر اور تنہائی رے ہم نشین سے بہتر ہے۔

☆ علم سے بڑا کوئی خزانہ نہیں، بری عادت سے بڑا کوئی دشمن نہیں اور شرم سے بہتر کوئی لباس نہیں۔

☆ جاہل اپنی آرزو پر انحصار کرتا ہے اور علم کو گھٹاتا ہے۔

☆ کردار ایک ایسا ہیرا ہے جو ہر پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔

☆ دوستی میں شبہ زہر قاتل ہے۔

☆

آزادی

عبدالحق کراچی

جنگل میں سب چوہے پریشان نظر آ رہے تھے۔ آج سب چوہوں کو ڈم ڈم چوہے نے اپنے بل کے پاس جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ ڈم ڈم بہت ظالم تھا۔ اس لئے سارے جنگل کے چوہے ڈم ڈم سے ڈرتے تھے وہ ڈر ڈر کر ڈم ڈم کے بل کی طرف جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سب چوہے ڈم ڈم کے بل کے پاس جمع ہو گئے تو ڈم ڈم نے کہا، ''آج میں نے تم سب کو اس لیے بلوایا ہے کہ تم سب مجھے اپنا بادشاہ تسلیم کرلو۔ پورے جنگل کے چوہوں میں میرے برابر طاقت ور کوئی نہیں ہے تم سب مجھے اپنا بادشاہ مانتے ہو؟''

سب چوہے خاموش کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر انتظار کے بعد ڈم ڈم نے کہا، ''ٹھیک ہے، میں آپ سب کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تم میں سے کوئی مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو میں تیار ہوں ورنہ تین دن کے بعد میں بادشاہ بن جاؤں گا اور اگر اس کے بعد کسی نے اعتراض کیا تو میں اُسے جان سے مار دوں گا۔''

ڈم ڈم اپنی تقریر ختم کر کے اپنے بل میں گھس گیا۔ سب چوہے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہوئے اپنے بل کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب چوہوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ ڈم ڈم سے آزادی کس طرح حاصل کی جائے کچھ چوہے جنگل چھوڑ کر ہی چل دیئے۔ کچھ نے اس طرح جنگل سے جانے کی مخالفت کی۔ آخر سب رُک گئے اور مل کر کوئی ترکیب سوچنے لگے کہ ڈم ڈم سے کس طرح چھٹکارا حاصل کریں۔

ایک چوہا ان ہی چوہوں میں ٹوٹو بھی تھا۔ وہ بہت عقل مند تھا۔ اس نے جنگل کے چوہوں سے کہا، ''اگر ہم سب اسی طرح بزدل بن کر ڈم ڈم سے ڈرتے رہے تو وہ اور بھی شیر

سزا دیں۔ اگر ہم سب مل کر ڈم ڈم پر حملہ کریں تو وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔'' ٹوٹو کی بات سن کر سب چوہے ایک زبان ہو کر بولے۔ ''ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔''

پھر سب چوہے ٹوٹو کے حق میں نعرے لگانے لگے، ٹوٹو زندہ باد، ٹوٹو زندہ باد!'' اُدھر ڈم ڈم خوشی منا رہا تھا کہ وہ ایک دن بعد بادشاہ بننے والا ہے۔ وہ خوشی سے اپنے بل میں اُچھل کود کر رہا تھا کہ ایک چوہا اس کے بل میں داخل ہوا۔ وہ ڈم ڈم کا جاسوس تھا۔ اس نے ڈم ڈم کو بتایا کہ جنگل کے سارے چوہے متحد ہو گئے ہیں اور آپ کے دشمن بن گئے ہیں۔ انہیں آپ کا دشمن بنانے والا ٹوٹو ہے۔ ڈم ڈم یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے کہا تو میں نمٹ لوں گا، تم جنگل کے سارے چوہوں کو میرے بل کے باہر جمع ہونے کا حکم دو۔'' جاسوس چوہا سلام کرتا ہوا چلا گیا۔ جب سب چوہے اکھٹے ہو گئے تو ڈم ڈم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا، ''میں نے تم سب کو تین دن کی مہلت دی تھی اور اب صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے۔ ایک بات غور سے سنو۔ تم کوئی مقابلہ کرے گا تو وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔''

اس کی بات سن کر ٹوٹو نے آگے بڑھ کر کہا، ''تم سے میں مقابلہ کروں گا۔''

''تم کرو گے مجھ سے مقابلہ؟'' ڈم ڈم نے غرور سے کہا۔ ''ہاں، میں کروں گا مقابلہ جب تمہارا دل چاہے آ جاؤ۔'' ٹوٹو نے مسکرا کر کہا۔ ڈم ڈم اُچھل کر بولا، ''تو پھر آج اور اسی وقت مقابلہ ہو جائے۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' ٹوٹو نے مسکرا کر کہا۔ ڈم ڈم نے ٹوٹو کو اس طرح مسکراتا دیکھا تو اسے کچھ عجیب سا لگا۔ اس نے دوسرے چوہوں کی طرف دیکھا تو ان سب کے چہروں پر اطمینان تھا۔ یہ دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ اب ڈم ڈم نے مکاری سے کام لیتے ہوئے کہا، ''چوں کہ تم مجھ سے کم زور ہو، اس لیے ایک کام کرتے ہیں۔ تم ایسا کرو کہ وہ جو سامنے والا درخت نظر آ رہا ہے تم اسے اس طرح کر دو کہ وہ مجھے سیدھی آنکھ سے صاف دکھائی دے مگر اُلٹی آنکھ سے دکھائی نہ دے۔ ٹوٹو نے جب یہ سنا تو سوچ میں پڑ گیا مگر

باقی صفحہ نمبر 32 پر

جھیل کا فتنہ

ابرار محسن

ہر صبح جمّا اور چھِدّا کے اٹھنے سے پہلے ہی گاؤں کے لوگ جو زیادہ تر مچھیرے تھے اپنی کشتیوں میں بیٹھ کر جھیل میں مچھلیاں پکڑنے چلے جاتے تھے۔ شام کے وقت ان کی کشتیاں واپس ساحل پر آ کر لگتی تھیں تو وہ خوش خوش نظر آتے ورنہ خاموش اور اداس ہوتے۔

جمّا اور چھِدّا جھیل کے کنارے کھڑے گھنٹوں اس جزیرے کو دیکھا کرتے تھے جو کنارے سے دو میل دور جھیل کے نیلے پانی میں ابھرا ہوا تھا۔ اس جزیرے پر نہ کوئی رہتا تھا نہ کوئی وہاں جاتا تھا۔ مچھیرے بھی بس دور ہی سے دکھا کرتے تھے کہ اس پر گھنی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور چار چار فٹ لمبے چھپکلی نما جانور ہزاروں کی تعداد میں رینگتے رہتے۔ اس کے علاوہ وہاں بے شمار آبی پرندوں کے گھونسلے تھے۔ ان پرندوں کی غذا مچھلیاں تھیں۔ یہ پرندے درختوں پر بیٹھ کر مختلف قسم کی آوازیں نکالتے رہتے تھے۔

گاؤں کے بڑے بوڑھوں کا عقیدہ تھا کہ یہ جزیرہ بھوتوں کا گھر ہے اور جو لوگ جھیل میں ڈوب جاتے ہیں ان کی روحیں جزیرے میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ جزیرہ ان کے لیے ایک خوفناک جگہ تھی، حالاں کہ جزیرے کے آس پاس مچھلیوں کی کثرت تھی مگر مچھیرے اس سے دور ہی رہتے تھے۔

جزیرے پر کبھی کوئی اور جانور نہیں دیکھا گیا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ جزیرے کے بھوت ان کے جانوروں کو کھا گئے ہوں گے۔ جانور نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جزیرہ ہزار ہا برس سے پانی سے گھرا ہوا تھا۔ اس لیے جزیرے کے جانور رفتہ رفتہ سب ختم ہو گئے تھے، سوائے دیو قامت چھپکلیوں اور پانی کے پرندوں کے۔

ایک صبح جمّا اور چھِدّا سو کر اٹھے تو کشتیاں واپس آ چکی تھیں۔ تمام لوگ بھی واپس آ چکے تھے اور سب بوکھلائے ہوئے

تھے۔ بات یہ تھی کہ ایک مچھیرے سُماسی کی کشتی جھیل کی سمت جا نکلی تھی۔ اچانک پانی میں ہلچل سی ہوئی اور دوسرے ہی لمحے کشتی الٹ گئی سُماسی ڈوب گیا۔ سب لوگ حیران تھے۔ اس صبح ہوا بھی ساکت تھی اور جھیل پرسکون تھی۔ پھر پانی میں ہلچل! کشتی کا الٹنا! سُماسی کا ڈوبنا! سب کو یقین تھا کہ جزیرے کے کسی بھوت نے کشتی الٹ دی تھی۔

جمآ بولا: ''جھیل کا پانی ساکت ہے۔ بھوت پریت کا وجود نہیں ہے' یقیناً یہ کسی جانور کی حرکت ہے' مگر وہ کس قسم کا جانور ہوسکتا ہے؟ جھیل میں دریائی گھوڑے ضرور موجود ہیں مگر وہ امن پسند ہوتے ہیں۔ یہ ان کا کام نہیں ہوسکتا۔''

اس کے چند دن بعد ایک اور مچھیرا زوزے غلطی سے کشتی کو جزیرے کی طرف لے گیا۔ اچانک پانی میں سے ایک مگرمچھ کا خوفناک سر باہر نکلا' فوراً ہی اس کی دم نے ایک جھٹکا دیا۔ کشتی ذرا جھکی اور زوزے پانی میں گر پڑا۔ کشتی پھر سیدھی ہوگئی۔ زوزے جلدی جلدی ہاتھ مار کر کشتی میں بیٹھنے لگا اچانک اس کے حلق سے چیخ نکلی' مگرمچھ اس کی دائیں ٹانگ الگ کرچکا تھا۔ اس نے خود کو کشتی میں گرا دیا۔ جب کشتی کنارے پر پہنچی تو زوزے خون بہہ جانے کے سبب مر چکا تھا۔ بوڑھے جادوگر نے اعلان کر دیا کہ کوئی بھوت مگرمچھ بن کر کشتیوں کو تباہ کر رہا ہے۔ اس لیے جزیرے سے دور ہی رہیں۔

چند دنوں بعد ایک بچہ کنارے پر کھیل رہا تھا کہ اچانک وہ غائب ہوگیا۔ ریت پر مگرمچھ کے چلنے کے نشانات تھے۔ سردار بھی پریشان ہوگیا۔ اگر وہ مگرمچھ ہی تھا تب بھی خطرناک تھا۔ مچھیرے جھیل میں نہ جائیں تو کھائیں گے کیا؟ ایک صورت یہ بھی تھی کہ گاؤں کو وہاں سے کہیں دور منتقل کر دیا جاتا۔ مگر مچھ کو مارنا کسی کے بس کی بات نہ تھی وہ بھوت بھی تو ہوسکتا تھا۔ اب تو کنارے پر جانا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ جمآ دن بھر بھالے اور چاقو جمع کرتا رہا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو؟'' چِروا نے پوچھا۔

''آج رات کو جزیرے پر جا کر مگرمچھ کا شکار کرنا ہے۔'' جمآ نے جواب دیا۔ چِروا گھبرا

گیا مگر وہ جماں کے ساتھ آنکھیں بند کر کے چل دینے کا عادی تھا۔

رات کے پچھلے پہر وہ کشتی میں بیٹھ کر خاموشی سے روانہ ہو گئے۔ صبح تڑکے ہی وہ جزیرے پر جا پہنچے۔ دن نکلا تو ہزاروں دیوقامت چھپکلیاں چٹانوں کے بیچ سے رینگ کر باہر آئیں اور آبی پرندے شور مچانے لگے۔ تمام دن وہ جزیرے میں گھومتے رہے۔

اچانک انہوں نے دیکھا کہ دور ایک مگرمچھ نے پانی میں سے سر ابھارا اور جزیرے پر چڑھ آیا۔ پھر انہوں نے اس کے بھاری جسم کو اوپر چٹانوں کی سمت گھسٹتے دیکھا۔ جماں اور چڑوا دوڑتے ہوئے اس جگہ آ گئے جہاں سے مگرمچھ اوپر گیا تھا۔ ریت پر اس کے پیروں کے صاف نشانات تھے۔ جماں ان نشانات پر جگہ جگہ ریت میں چاقو اس طرح گاڑنے لگا کہ ان کی نوکیں ریت سے اوپر نکلی رہیں۔ جب چاقو ختم ہو گئے تو اس نے بھالوں کی نوکوں کو ریت میں الٹا گاڑ دیا۔

''اب کیا ہو گا؟'' چڑوا نے پوچھا۔

جماں نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور دونوں جلدی سے ایک درخت پر جا چڑھے۔

جماں کہنے لگا:

''چڑوا! بھوت پریت محض انسان کا وہم ہیں۔ اس جزیرے پر کوئی بھوت نہیں، صرف یہ مگرمچھ رہتا ہے۔ یہ جھیل سے نکل کر اسی پر دن گزارتا ہے۔ اس جزیرے کی طرف آنے والی کشتیوں کو یہی ڈبوتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس جزیرے پر پناہ لینے والے مچھیروں کو بھی یہ کھا گیا ہو اور لوگوں نے بھوتوں کی کہانیاں بنا لی ہوں۔ بہر حال اب سنو! مگرمچھ کی فطرت ہے وہ جس راستے سے آتا ہے اسی سے واپس جاتا ہے۔ اس کا شکار کرنے والے اس کے راستے میں چاقو گاڑ دیتے ہیں مگرمچھ کے پیٹ کی کھال نازک ہوتی ہے۔ چاقو اس کا پیٹ کاٹ دیتے ہیں۔''

کافی دیر بعد انہوں نے کسی بھاری چیز کے گھسٹنے کی آواز سنی۔ مگرمچھ واپس آ رہا تھا۔ اچانک اس کا پورا جسم لرز گیا اور دم زور زور سے ہلنے لگی۔ وہ ریت پر گھسٹتا رہا۔ ریت خون سے سرخ ہو رہا تھا، پھر بھی وہ دھیرے دھیرے دم پٹختا، بدن کو توڑتا مروڑتا آگے بڑھتا رہا۔

پھر وہ دھڑام سے پانی میں گر پڑا۔ دور دور تک پانی کا رنگ سرخ ہو رہا تھا۔

جما اور چرواہے نے واپس آ کر گاؤں والوں کو اطمینان دلایا:

"ہم نے جھیل کے فتنے کو مار دیا ہے۔ اب ڈر کی کوئی بات نہیں۔ مزے سے شکار کھیلو اور بلا خوف جزیرے پر جاؤ۔"

مگر گاؤں والوں کو پہلے تو یقین نہیں آیا مگر جب بہت دنوں تک مگرمچھ نظر نہیں آیا تو گاؤں میں شاندار جشن منایا گیا۔

☆☆☆

شہزادی اور چرواہا

شیریں ظفر کراچی

ایک جنگل میں سفید ہاتھی کا بچہ رہتا تھا' چوں کہ وہ سفید تھا اس لیے سارے ہاتھیوں نے اسے جنگل سے نکال دیا۔ وہ قریب کے ایک گاؤں میں آ گیا۔ اس گاؤں کے بچے اس ہاتھی کو دیکھ کر حیران بھی تھے اور خوش بھی اور ہاتھی بھی ان بچوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ بس پھر کیا تھا سارے بچے ہاتھی کے ساتھ لگ گئے۔ کوئی اس کو نہلا رہا ہے' کوئی اس کی مالش کر رہا ہے اور کوئی اس کو کھانا کھلا رہا ہے۔ ہاتھی بھی ان کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر سیر کراتا۔ سارے بچے صبح سویرے اٹھتے ہی ہاتھی کے بچے کے پاس پہنچ جاتے۔ لیکن اس طرح ان کی پڑھائی پر برا اثر پڑنے لگا۔

ایک دن گاؤں کے لوگوں نے مشورہ کیا اور بچوں سے کہا کہ اگر وہ اس ہاتھی کے بچے کے ساتھ لگے رہے تو ہم ہاتھی کو گاؤں سے نکال دیں گے۔ بچوں نے یہ سنا تو انہیں بہت دکھ ہوا لیکن وہ اس پیارے اور سفید ہاتھی کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہاتھی کے بچے کے ساتھ ساتھ اپنے اسکول کی پڑھائی پر بھی توجہ کریں گے۔

سارے بچے صبح سویرے اٹھتے' منہ ہاتھ دھوتے' ناشتا کرتے۔ تھوڑی دیر ہاتھی کے ساتھ رہتے اور پھر اسے لے کر اسکول چلے جاتے۔ اب ان کا اسکول میں دل بھی نہیں لگتا تھا۔ وہ کھڑکی میں کھڑے اسے دیکھتے رہتے۔

ایک دن ماسٹر صاحب نے سب بچوں کو سزا کے طور پر کھڑا کر دیا۔ بچوں کو اور کیا چاہیے تھا۔ سب آسانی سے ہاتھی کے بچے کو

دیکھتے رہے۔ ماسٹر صاحب یہ دیکھ کر بچوں کو بیٹھنے کی سزا دی۔ تنگ آ کر گاؤں کے سب لوگوں نے ہاتھی کے بچے کو نکال دیا۔ وہ نہ جاتا اور اڑ جاتا تو اس کو خوب مارتے۔ سارے بچے دیکھ کر روتے رہے۔ آخر ہاتھی وہاں سے چلا گیا۔ سارے بچوں نے رو رو کر برا حال کرلیا۔

وقت گزرتا رہا۔ چند برس بعد وہ اس ہاتھی کو بھول گئے۔ ایک دفعہ گاؤں میں طوفان آ گیا۔ کچے مکان اور جھونپڑیاں پانی میں بہہ گئیں لوگ اپنی جان بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

وہ سب ایک اونچی سی عمارت پر کھڑے ہو گئے۔ ایک آدمی کی چھ ماہ کی بچی پانی میں گر گئی اور ڈوبنے لگی اچانک ایک ہاتھی کے چنگھاڑنے کی آواز آئی۔ اس نے اس بچی کو اپنی سونڈ میں اٹھالیا اور اس طرح بچی کی جان بچ گئی۔ اس کے بعد وہ باری باری سب لوگوں کو اس عمارت سے اٹھا کر خشکی پر چھوڑتا گیا۔ سب لوگوں نے اس ہاتھی کو پہچان لیا۔ وہ سفید ہاتھی تھا۔ جب پانی سوکھا تو وہ اس ہاتھی کو لے کر اپنے گاؤں واپس آ گئے۔

ہاتھی کافی عرصے تک ان کے ساتھ رہا لیکن اس کی دیکھ بھال اور غذا کی وجہ سے ممکن نہ رہا کہ اس کو زیادہ دیر تک گاؤں میں رکھا جاتا۔ ویسے بھی اب وہ بہت بڑا ہو چکا تھا۔ آخر سب گاؤں کے بڑوں اور بچوں نے اتفاق رائے سے اس کو شہر کے چڑیا گھر بھیج دیا۔ اب جب بھی بچوں کا جی چاہتا وہ چڑیا گھر جا کر اپنے دوست سے مل لیتے اور اس کی سواری کا لطف بھی اٹھاتے تھے۔ ہاتھی کو بھی اپنا نیا گھر پسند آ گیا تھا اس نے بھی آخر حالات سے سمجھوتا کرلیا۔

انوکھے نکتے، دل چسپ تحریریں، چمکتے مسکراتے جملے

مجبور و مختار (وسیم احمد ٹنڈو الہ یار)

ایک شخص نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ انسان مجبور ہے یا مختار؟ انہوں نے اس سے کہا: ''اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ'' اس شخص نے ایک ٹانگ اٹھالی۔ اب بزرگ نے کہا: ''اچھا اب دوسری ٹانگ اٹھاؤ۔'' اس نے مجبوری ظاہر کی تو بزرگ نے فرمایا: ''بس یہی انسان کی مختاری و مجبوری ہے۔''

لاجواب

مرسلہ : عمران علی پھل، پھل شہر

خلیفہ ہارون رشید بڑے حاضر دماغ تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کبھی کسی بات پر لاجواب بھی ہوئے ہیں؟

انھوں نے کہا : "تین مرتبہ ایسا ہوا کہ میں لاجواب ہوگیا۔ ایک مرتبہ ایک عورت کا بیٹا مرگیا اور وہ رونے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھیں اور غم نہ کریں۔ اس نے کہا کہ اس بیٹے کے مرنے پر کیوں نہ آنسو بہاؤں جس کے بدلے خلیفہ میرا بیٹا بن گیا۔

دوسری مرتبہ مصر میں کسی شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعوا کیا۔ میں نے اسے بلوا کر کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے معجزات تھے۔ اگر تو موسیٰ ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ اس نے جواب دیا کہ موسیٰ نے تو اس وقت معجزہ دکھایا تھا جب فرعون نے خدائی کا دعوا کیا تھا۔ تو بھی یہ دعوا کر تو میں معجزہ دکھاؤں گا۔

تیسری مرتبہ لوگ ایک گورنر کی غفلت اور کاہلی کی شکایت لے کر آئے۔ میں نے کہا وہ شخص تو بہت نیک، شریف اور ایمان دار ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ پھر اپنی جگہ اسے خلیفہ بنا دیں تاکہ اس کا فائدہ سب کو پہنچے۔"

کم کھانے میں بڑا فائدہ ہے

مرسلہ : محمد دانش علیم، لانڈھی

ایک دفعہ خراسان کے رہنے والے دو آدمی اکھٹے سفر کر رہے تھے۔ ایک دبلا پتلا کم کھانے والا تھا اور دوسرا موٹا تازہ اور بے تحاشا کھانے والا تھا۔ اتفاق سے دونوں ایک شہر میں جاسوسی کے الزام میں پکڑے گئے اور ایک ہی جگہ قید کر دیے گئے۔ چند دن بعد معلوم ہوا ہے کہ وہ دونوں بے گناہ ہیں۔ انھیں رہا کرنے کے لیے دروازہ کھولا گیا تو لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ موٹا آدمی مرچکا تھا اور دبلا آدمی زندہ موجود تھا۔ ایک سمجھ دار آدمی نے کہا :

"یہ تو بالکل فطرت کے قوانین کے مطابق ہوا۔ ہاں اگر اس کے برعکس ہوتا تو حیرت کی بات تھی۔ موٹا آدمی بہت کھانے والا تھا۔ کم خوراک کی مصیبت برداشت نہ کرسکا اور ہلاک ہوگیا۔ دوسرا پہلے ہی کم کھانے کا عادی تھا، اس لیے وہ زندہ رہا۔"

زلزلے کیوں آتے ہیں؟

انور جان

قدرتی آفات ہر زمانے میں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ انسان اپنے بچاؤ کی مختلف تدبیر بھی اختیار کرتا رہتا ہے۔ زمین پر کبھی شہاب ثاقب آ ٹکراتے ہیں۔ کبھی آندھی طوفان اور کبھی آتش فشان اور زلزلے متاثر کرتے ہیں۔ زلزلے خشکی پر بھی آتے ہیں اور سمندر میں بھی تباہی پھیلا دیتے ہیں۔

پچھلے سال کے آخری دنوں سمندری زلزلہ آنے سے بہت تباہی پھیلی۔ لاکھ سے زیادہ جانیں ضائع ہوئیں اور لاکھوں انسان مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ سب سے زیادہ جانی اور مالی نقصان انڈونیشیا کا ہوا۔ چالیس سال کے دران یہ سب سے بڑا زلزلہ تھا۔ جن ملکوں کے ساحل اس زلزلے کی پٹی کے قریب تھے، ان کا بہت جانی اور مالی نقصان ہوا۔ لوگ اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف تھے ہ اس قدرتی

آفت کا شکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاکستان کو اس قیامت سے محفوظ رکھا۔
جغرافیائی ماہرین کی تحقیق کے مطابق دنیا میں اب تک آنے والے تقریباً ۶۰ بڑے زلزلوں کا ریکارڈ جمع کیا جا چکا ہے۔ سب سے پہلا زلزلہ ۸۶۵ عیسوی میں یونان کے شہر ''کورنتھ'' میں آیا۔ اس میں ۵۰ ہزار انسان مارے گئے۔ اسی سال دسمبر میں دوسرا بڑا زلزلہ ایران کے شہر ''دامغان'' میں آیا۔ اس میں دو لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ اب تک ستمبر ۱۲۹۰ء میں چین کے صوبے ''چی بی'' میں آیا تھا۔ اس میں آٹھ لاکھ ۳۰ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ دوسرا بڑا زلزلہ ۲۷ جولائی ۱۹۷۶ء کو چین ہی کے شہر ''تنگ شان'' میں آیا۔ جس میں چھ لاکھ پچپن ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ زلزلوں سے ۱۱-اکتوبر ۱۷۳۷ء کو کولکتہ میں تین لاکھ انسان اور ۹-اگست ۱۱۳۸ء کو شام کے شہر اپیو میں دو لاکھ ۳۰ ہزار انسان ختم ہو گئے۔ یہ فہرست خاصی لمبی ہے۔ اس کے مطابق سب سے زیادہ زلزلے چین، جاپان، اور بحرالکاہل کے کناروں پر واقع ممالک میں آتے رہے ہیں۔ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کو کوئٹہ میں پورا شہر ملیا میٹ ہو گیا اور ۵۰ ہزار افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ تقریباً دس زلزلے ایسے ہیں، جن میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد کے ہلاک ہونے کا ریکارڈ موجود ہے۔
زمین کی عمر اور اس کی مختلف کیفیات کے بارے میں مختلف زمانوں میں زمانوں میں مختلف اندازے لگائے جاتے رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ریڈیائی تاب کاری کے ذریعے سے مختلف اشیا خاص طور دھاتوں اور چٹانوں کے عمر کا اندازہ لگانے میں آسانی ہو گئی۔ جزیرہ ہوائی کے ماہرین نے اس طریقہ کے ذریعے سے زمین کی عمر چار ارب ۳۰ کروڑ سال بتائی ہے۔ جزیرہ ہوائی کے ماہرین نے اس طریقے کے ذریعے زمین کی عمر چار ارب ۳۰ کروڑ سال بتائی ہے۔ جغرافیائی ماہرین کہتے ہیں کہ ابتداء میں زمین کے ایک ہی بڑے گولے کی

شکل میں تھی۔ اس کے ہر طرف پانی ہی پانی ہوا تھا۔ زمین کے اندرونی بناوٹ اس قسم کی تھی کہ اس کے اندر مختلف پرتیں مسلسل ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں۔ ان کے ٹکرانے سے زمین پر خشکی کے بڑے بڑے ٹکڑے ابھر آئے ۔ انہیں بر اعظم کہا جاتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین کی نچلی سطح پر مختلف بڑی چٹانی پلیٹوں کے ٹکرانے کا عمل اب بھی جاری ہے۔ اس کی کچھ تفصیل یہاں دی جا رہی ہے۔

جغرافیائی ماہرین کے بقول زمین کا اندرونی مرکز ، اوپری سطح سے تقریباً چار ہزار میل اندر ہے۔ اس کے بھی اندرونی اور بیرونی حصے ہیں۔ اندرونی مرکزی حصہ لو ہے کہ ایک بڑے گولے کی شکل میں ہے۔ اس کی بیرونی سطح کی زمین کی اوپری سطح سے تقریباً دو ہزار میں (۳۵۰۰ کلومیٹر) نیچے ہے۔ اس کی دو تہیں ہیں۔ ایک تہ اندرونی اور دوسری بیرونی ہے۔ اندروی تہ سخت اور بہت ٹھوس ہے۔ جب کہ اوپر والی بیرونی سطح تیز کھولتے ہوئے مائع پر مشتمل ہے۔ اس سطح پر زمین کے اپنے وزن کا دباؤ، سمندر پر ہوائی دباؤ سے تیس لاکھ گنا زیادہ ہے۔ اس انتہائی اور شدید تپش اور زمین کے اندرونی حصوں میں مسلسل حرکت کی وجہ سے سے بعض اوقات کسی کم زور جگہ سے زمین پھٹ جاتی ہے اور آتش فشاں پہاڑ بن جاتے ہیں۔ ان پہاڑوں میں سے بعض اوقات ۱۰۰ فیٹ سے زیادہ بلند گرم اور سرخ لاوے کی دھار ابل پڑتی ہے۔ اس کی وجہ سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ زمین کی مسلسل حرکت سے اس کے اندر توڑ پھوڑ کا عمل ہر وقت تیز رہتا ہے۔ کرہ ارض اندرونی طور ۱۵ بڑی پلیٹوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ ان میں افریقی پلیٹ ، انٹارکٹک پلیٹ، عربین پلیٹ، آسٹریلین پلیٹ، کریبین پلیٹ، کوکوس پلیٹ یوریشین پلیٹ، انڈین پلیٹ ،جوان ڈی فو کا پلیٹ، نازکا پلیٹ، نارتھ امریکا پلیٹ، فلپائن پلیٹ، سکوشیا پلیٹ، صومالی پلیٹ اور ساؤتھ امریکا پلیٹ شامل

ہیں۔ان میں بعض پلیٹیں بڑی اور بعض چھوٹی ہیں۔ یورشین اور انڈین اہم ایشائی پلیٹیں ہیں۔ان میں یورشین پلیٹ دنیا کی دوسری سب سے بڑی پلیٹ شمار ہوتی ہے۔ یہ جاپان کے جزیروں سے شروع ہو کر آئس لینڈ اور شمالی اوقیاس کے وسط تک جاتی ہے۔ اس کی ایک سرحد چین اور دوسری سائبریا سے ملتی ہے۔ یہ پلیٹ زیادہ حرکت میں رہتی ہے۔دنیا کے بڑے بڑے آتش فشاں پہاڑوں کے سلسلے اس پلیٹ کے قریب واقع ہیں۔انڈین پلیٹ، بحر ہند کے کنارے واقع ملکوں، خاص طور پر انڈیا، سری لنکا، اور تھائی لینڈ سے لے کر انڈونیشیا اور ملایا تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ پلیٹ یورشین پلیٹ کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ان دونوں پلیٹوں کے اوپر نیچے ٹکراؤ سے ہمالیہ پہاڑ اور تبت کا طویل کوہستانی سلسلہ وجود میں آیا تھا۔انڈین پلیٹ نیچے سے آسٹریلین پلیٹ کے ساتھ تقریبا مل جاتی ہے۔

حالیہ قیامت خیز زلزلہ اور طوفان اسی پلیٹ کی حرکت کی وجہ سے آیا ہے۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ عام طور پر زمین کی ایک پلیٹ کی موٹائی تقریبا ۵۰ میل ہے۔سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ تمام براعظم ہر ایک سو سال میں تقریبا ایک گز آگے یا پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔عام طور پر تمام براعظم ہر سال اپنی جگہ سے چند انچ سرک جاتے ہیں۔اس طرح کا ایک واقعہ ۲۰۰۲ء میں پیش آیا۔جب جزیرہ ہوائی پلیٹ اپنی جگہ سے ساڑھے تہس انچ پیچھے سرک گئی۔ اس سے تقریبا دو ہزار میل مربعہ شدید زلزلے کا شکار ہوا۔ جغرافیائی ماہرین کہتے ہیں کہ زمین کی اوپری سطح کے نیچے مختلف پلیٹیں جس انداز سے آگے پیچھے سرک رہی ہیں، اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ عربین پلیٹ کے پیچھے سرک جانے سے تقریبا دس ہزار برس کے بعد بلوچستان اور ایران کے علاقوں میں وسیع اور گہری دراڑیں پیدا ہو سکتی ہیں اور یہ علاقے الگ الگ حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔ یہی صورت سری لنکا اور بھارت کے بہت سے علاقوں میں بھی پیش آسکتی ہے۔

☆☆☆

سونے کا دریا

سلیم اختر ساحلی لاہور

سورج رائے کے چہرے پر اپنی شعاعیں پھینک رہا تھا۔ رائے ویسے جلدی اٹھ جاتا تھا۔ مگر آج کچھ زیادہ ہی جلدی اٹھ گیا تھا۔ آج رائے کی زندگی کا اہم دن تھا۔ آج وظیفے کا امتحان ہونا تھا' رائے کا کیریئر آج داؤ پر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا گھر' اپنے تین بھائی محمد' ظہور اور احمد' ایک بہن لبنیٰ اور اپنی بوڑھی ماں جن کو چار ماہ پہلے اس وقت فالج ہو گیا تھا جب اس کے ابو ایک ٹرک کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے تھے' ان کو سنبھالنا تھا۔ اس کے ابو ایک ڈرائیور تھے اور اس لیے اسے وظیفے کے امتحان میں پاس ہونا بہت ضروری تھا۔ امتحان میں ۱۲۰۰ طالب علم حصہ لے رہے تے اور صرف ۵۰ کو منتخب ہونا تھا۔ پہلے تین طالب علموں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر جانا تھا اور ۳۰۰ روپے وظیفہ بھی ہر ماہ دیا جاتا اور باقی طالب علموں کو مقامی میڈیکل کالجوں میں مفت تعلیم دی جاتی۔

رائے جانتا تھا کہ اگر اس نے وظیفے کا امتحان پاس نہ کیا تو وہ کبھی بھی طب کا مطالعہ نہ کر سکے گا۔ چھ آدمی کھانے والے اور ان کے والد کی ۳۰۰ روپے ماہانہ کی پینشن۔ اس کی والدہ اتنا خرچ نہ برداشت کر سکتی تھیں کہ رائے ایک میڈیکل کالج میں پڑھ سکے۔

"رائے بھائی! رائے بھائی! آیئے ناشتا کیجیے۔" ایک آواز آئی۔ رائے خیالوں کی دنیا سے لوٹ آیا۔ وہ تیزی سے پرانی چارپائی پر سے اٹھا جو دو کمروں پر مشتمل جھونپڑی کے سامنے پڑی تھی۔ اس کی والدہ جاگ گئی تھیں اور سے دیکھ کر مسکرائیں۔ ان کی شفقت اور محبت ہی رائے کا حوصلہ بڑھاتی تھی۔ ورنہ وہ تو ان سے بات بھی نہ کر سکتا تھا۔ رائے بھی مسکرایا اور اپنا سر ماں کی گود میں رکھ دیا۔ لبنیٰ باورچی خانے میں مصروف تھی۔ اور محمد' ظہور اور احمد اسکول کی تیاری کر رہے تھے۔ اس نے جلدی سے چائے پی' سوکھا سا روٹی کا

نو بج رہے تھے۔ اس کو امتحان ہال میں دس بجے تک پہنچنا تھا۔ اس نے اپنی ماں کو اللہ حافظ کہا اور روانہ ہو گیا۔

رائے ہال میں پندرہ منٹ پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ وہ اپنے نوٹس ایک بار پھر دہرانے لگا۔ وہ مطمئن تھا کہ اسے سب یاد ہے۔ سوال نامے کا پرچہ پورے دس بجے دیا گیا۔ ایک کے بعد ایک رائے نے تمام سوالات پڑھ لیے۔ اس کو یہ تمام سوالات آسان لگے اور اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ بہت خوش تھا جب امتحان ہال سے باہر آیا تو اسے پورا یقین تھا کہ وظیفہ مل جائے گا۔

اگلا ہفتہ رائے کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ دن ایک ایک کر کے چیونٹی کی رفتار سے گزر رہے تھے۔ ایک ایک دن ایک ایک سال لگ رہا تھا۔ رزلٹ ہفتہ کے روز نکلنا تھا۔ اس دن رائے صبح کو بہت جلدی اٹھ گیا۔ فجر کی نماز باجماعت ادا کی اور اللہ سے دعا مانگی۔

جب رائے پہنچا تو بے شمار طلبہ اپنا نام ایک بڑی سی پیلی لسٹ پر ڈھونڈ رہے تھے۔

اسے اپنا نام کہیں نظر نہ آیا! اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ فہرست کو بار بار پڑھنے لگا، مگر اس کا نام وہاں موجود ہوتا تو نظر آتا۔ وہ مایوس اور دل گرفتہ ہو گیا۔ قدرت نے ایک بار پھر اس سے مذاق کیا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ اس دھچکے کو کبھی نہ بھلا سکے گا۔ ایک فٹ پاتھ پر بیٹھ کر اس نے اپنا سر دونوں گھٹنوں میں رکھا اور چھوٹے سے بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ اسے آس پاس کا ہوش ہی نہیں تھا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ اس کے سامنے اس کی بوڑھی ماں کا جھریوں دار اور اُمید بھرا چہرہ آ گیا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کا سینہ پھٹ جائے گا۔ اچانک کسی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پلٹ کر دیکھا تو اس کا دوست بشیر تھا۔

''تم بالکل پاگل لگ رہے ہو۔ آج کے دن بیٹھ کر آنسو بہا رہے ہو۔ یہ دن تو تمہارے لیے خوشیوں کا پیغام لایا ہے۔ تمہارا انتخاب جو ہو گیا ہے۔'' رائے کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی۔ انتخاب! تم غلطی کر رہے

ہو بشیر' میرا نام اس فہرست میں نہیں ہے۔ میرے جذبات کا مذاق تو نہ اڑاؤ۔'' اس نے جواب دیا۔

''افوہ! تم پوری بات تو سنتے ہی نہیں۔ تمہارا نام تو اس فہرست میں ہے جنھوں نے پوزیشن حاصل کی ہے۔ وہ فہرست ایک الگ بورڈ پر لگی ہوئی ہے۔ تم نے دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔

''کیا!!! دوسری پوزیشن!'' رائے کا دل حیرت اور خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ اس نے جا کر فہرست کو دیکھا جس میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کے نام تھے۔ وہاں صاف اور خوش خط الفاظ میں اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

رائے کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملا اٹھے' مگر اس نے ان آنسوؤں کو روکا نہیں کیوں کہ یہ تو اس خوشی کے آنسو تھے' جس کا اسے برسوں سے انتظار تھا۔

☆☆☆

پریشانی

عہد عباسیہ کے ایک مشہور شاعر کو پریشان دیکھ کر کسی نے دریافت کیا: ''کیوں بھئی خیریت تو ہے! تم پریشان نظر آرہے ہو۔ کہو زندگی کیسی گزر رہی ہے؟''

شاعر نے جواب دیا: ''بھئی کیا پوچھتے ہو، جیسی زندگی گزار رہا ہوں اس سے نہ تو میں خوش ہوں' نہ اللہ راضی ہے اور نہ شیطان خوش ہے۔''

پوچھنے والے نے حیرت سے سوال کیا: ''میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا۔''

شاعر نے کہا: ''میری بات کا مطلب صاف ہے کہ میں دولت کا انبار چاہتا ہوں جو میسر نہیں۔ اللہ مجھ سے مکمل اطاعت چاہتا ہے جس سے میں بالکل قاصر ہوں۔ شیطان مجھ سے بڑے سے بڑا گناہ کرانا چاہتا ہے۔ جس کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔''

☆☆☆

مسکرائیے

❑❑ "تم نے اپنی چھوٹی بہن کو کیوں مارا؟"

"ڈیڈی! ہم آدم اور حوّا کا کھیل کھیل رہے تھے۔ اسے مجھ آدم کو سیب کھانے پر اکسانا تھا' لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور پورا سیب خود کھا گئی۔"

: اسد حسین اسد' رحیم یار خاں

❑❑ بیٹا روتے ہوئے کمرے میں آیا تو ماں نے پوچھا : "کس نے مارا ہے؟ مجھے بتاؤ' اس کی ہڈیاں توڑ دوں گی۔"

بیٹا : "ابا جان نے۔"

: عائشہ سکندر' کراچی

❑❑ ایک بے وقوف آدمی درخت پر الٹا لٹکا ہوا تھا۔ ایک آدمی وہاں سے گزرا تو پوچھا : "بھائی! تم ایسے الٹے کیوں لٹکے ہوئے ہو؟"

بے وقوف آدمی نے جواب دیا : "میں نے سر درد کی گولی کھائی ہے۔"

دوسرا آدمی بولا : "سردرد کی گولی کھانے سے الٹا لٹکنے کا کیا تعلق ہے؟"

"اگر سردرد کی گولی میرے سر کے بجائے کسی اور حصے میں چلی گئی تو میرے سردرد کا کیا ہوگا؟" بے وقوف آدمی نے معصومیت سے جواب دیا۔ : ثمرہ بنت سلیم' کراچی

❑❑ یونی ورسٹی کے ایک پروفیسر بڑے بھلکڑ تھے۔ ان کا تبادلہ دوسری یونی ورسٹی میں ہوا تو طلبہ نے الوداعی دعوت کا انتظام کیا۔ طلبہ نے پروفیسر کے نام دعوتی تار بھیجا' لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ کارڈ روانہ کیا گیا' مگر اس کا بھی جواب نہ ملا۔ آخر طلبہ نے جوابی لفافے کے ساتھ دو کارڈ بھیجے۔ ایک پر "میں نہیں آسکتا" اور

دوسرے پر "اُلّو کا" لکھ دیا۔ طلبہ کا خیال تھا کہ پروفیسر اپنی مرضی کے مطابق کوئی ایک کارڈ واپس بھیج دیں گے، لیکن جب پروفیسر صاحب کا خط ملا تو لفافے کے اندر دونوں کارڈ موجود تھے۔

: اظہر سعید چنگاڑی، سکھر

□□ ایک لڑکا امتحان میں فیل ہونے کے بعد گھر آیا اور اپنے والد سے پوچھنے لگا : "ابو! جب آپ فیل ہوتے تھے تو دادا جان آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟"

والد نے جواب دیا : "وہ ہر بار میری پٹائی کرتے تھے۔"

بیٹے نے پھر پوچھا : "اور جب دادا جان فیل ہوتے تھے تو ان کے والدین کیا کرتے

دوستوں کو مدعو کیا۔ دوستوں نے دیکھا کہ کیک کے پاس موم بتیوں کے بجائے ایک بلب روشن ہے۔ دوستوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا : "یہ میری ساٹھویں سال گرہ ہے، چوں کہ موم بتیاں آج کل مہنگی ہیں، اس لیے میں نے ساٹھ واٹ کے بلب استعمال کیا ہے۔"

ایم مشتاق مینگل، کراچی

□□ گوشت پک رہا تھا، بھوکے بے تکلف مہمان اس کے پکنے کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر ایک مہمان سے بھوک برداشت نہ ہوئی۔ دیگچی سے دو چار بوٹیاں نکال کر کھا لیں اور کہا : "نمک کم ہے۔" اس کی دیکھا دیکھی دوسرا بھی اٹھا اور دو چار بوٹیاں چٹ کر کے بولا : "مرچ بھی کم ہے۔" تیسرے نے سوچا میں کیوں پیچھے رہوں۔ وہ بھی کچھ بوٹیاں کھا کر بولا : "گھی بھی کم ہے۔" صاحب خانہ سے رہا نہ گیا اور باقی تمام بوٹیاں کھا کر بولے : "سب کچھ ہے، بس گوشت نہیں ہے۔"

کنول ناز، کراچی

□□ ایک آدمی کھچا کھچ بھرے ہوئے ریل کے ڈبے میں ایک ٹرنک کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک نئے آنے والے مسافر نے اس سے درخواست کی کہ وہ ٹرنک کو ذرا سا ہٹا لے تاکہ وہ بیٹھ سکے، مگر پہلے مسافر نے صاف انکار کر دیا۔ آنے والے صاحب نے پھر درخواست کی۔

"میں نہیں ہٹا سکتا۔"

اس آدمی نے ہٹ دھرمی سے جواب دیا۔

دوسرے مسافروں نے جب ان کی تکرار سنی تو وہ بھی کہنے لگے : "جناب! آخر ٹرنک کو ذرا سا ہٹا لینے میں کیا حرج ہے؟"

جواب ملا : "میں کیوں ہٹاؤں؟ جس کا ہے وہ خود ہٹائے۔"

□□ ایک کنجوس شخص بیٹھا رو رہا تھا۔ اتنے میں اس کا دوست وہاں سے گزرا۔ اس نے پوچھا کہ رو کیوں رہے ہو؟

کنجوس آدمی نے جواب دیا : "پہلے گھی

دوست نے کہا: "یہ تو خوشی کی بات ہے۔"

کنجوس آدمی نے جواب دیا: "پہلے میں گھی نہ خرید کر ۳۵ رپے بچاتا تھا، اب صرف ۳۰ رپے بچیں گے۔"

محمد محسن رضا، کبیر والا۔

ایک بچے کا پیغام عید

نعمان بن ناصر۔ کراچی

پاکستان کے قابل احترام شہریوں

اسلام علیکم!

عید کے اس موقع پر میں پوری قوم کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ کی ذہنی سکون ملتا رہے اور عید کی سچی خوشیاں آپ کو نصیب ہوں۔ ملک کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس وطن کو برباد ہونے سے بچالیں ورنہ یہاں کے بچوں کا مستقبل تاریک ہوجائے گا، سماجی برائیاں بے حد بڑھ گئیں ہیں۔ مجرموں کی کھلے عام پشت پناہی کی جاتی ہے۔ لوگ کہتے

وجہ ہے کہ دیانت دار اور مخلص حضرات بھی پیچھے ہٹنے لگے ہیں۔ یہ بڑا نازک مرحلہ ہے۔ خود غرضی اور آپس کی نااتفاقیوں کو دور کر کے خلوص دل کے ساتھ سوچیے کہ پاکستان کی بہتری اور خوشحالی کے لیے کیا کرنا ہے، کیوں کہ یہ ہم سب کا پاکستان ہے اور ہمیں اپنے کردار کو درست رکھتے ہوئے ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔

امید ہے کہ آپ اپنی قابلیت اور تجربے کی روشنی میں قوم کو ایک مرتبہ پھر اتحاد اور بھائی چارے کی طرف راغب کرنے کی کوشش فرمائیں گے تاکہ تمام بھائی مل کر سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں اور یہی عید کی سب سے بڑی خوشی ہوگی۔

> نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
> کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں
> (علامہ اقبال)

آیئے! مصوری سیکھیں

غزالہ نورانی

ڈرائنگ بنانے میں لکیروں کا استعمال بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اچھی ڈرائنگ کے لیے لکیروں کا صحیح استعمال کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے خوب مشق کرنی چاہیے ں میں مہارت ہونے کے بعد ڈرائنگ مشکل نہیں رہے گی۔ اوپر دیے ہوئے نمونے غور سے دیکھیے۔ ایسی ہی لکیروں کی مدد سے ایک شیر کا چہرہ اور ایک بھیڑ کا خاکہ بنایا گیا ہے۔

☆

فائزہ منیر۔ فیصل آباد

ہامانیہ خان۔ عیسیٰ خیل
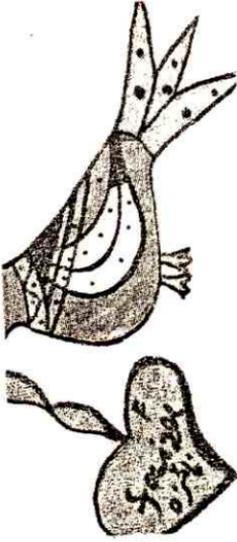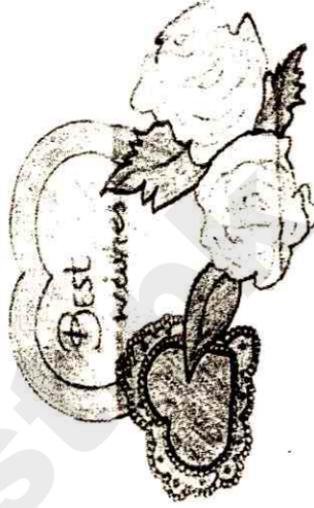
راضی سید۔ شاہدہ
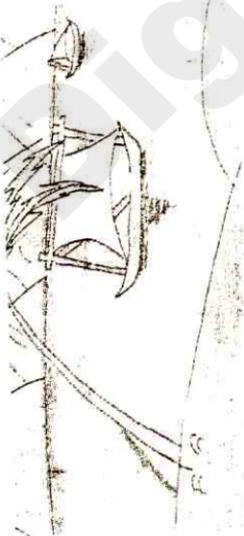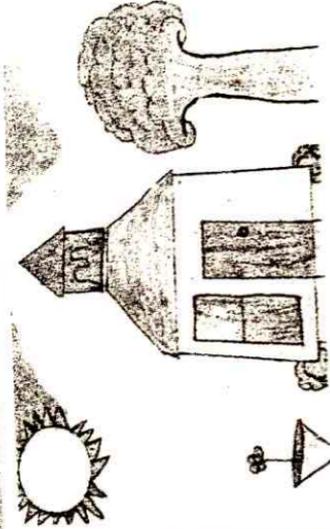
آمنہ بتول۔ کراچی

حافظے کا امتحان
اس صفحے کو غور سے دیکھیے اور رسالہ بند کرکے ایک صفحے پر اُن تمام چیزوں کے نام لکھیے جو آپ کو یاد رہ گئی ہوں
یہ آپ کی یادداشت کا امتحان ہوگا۔
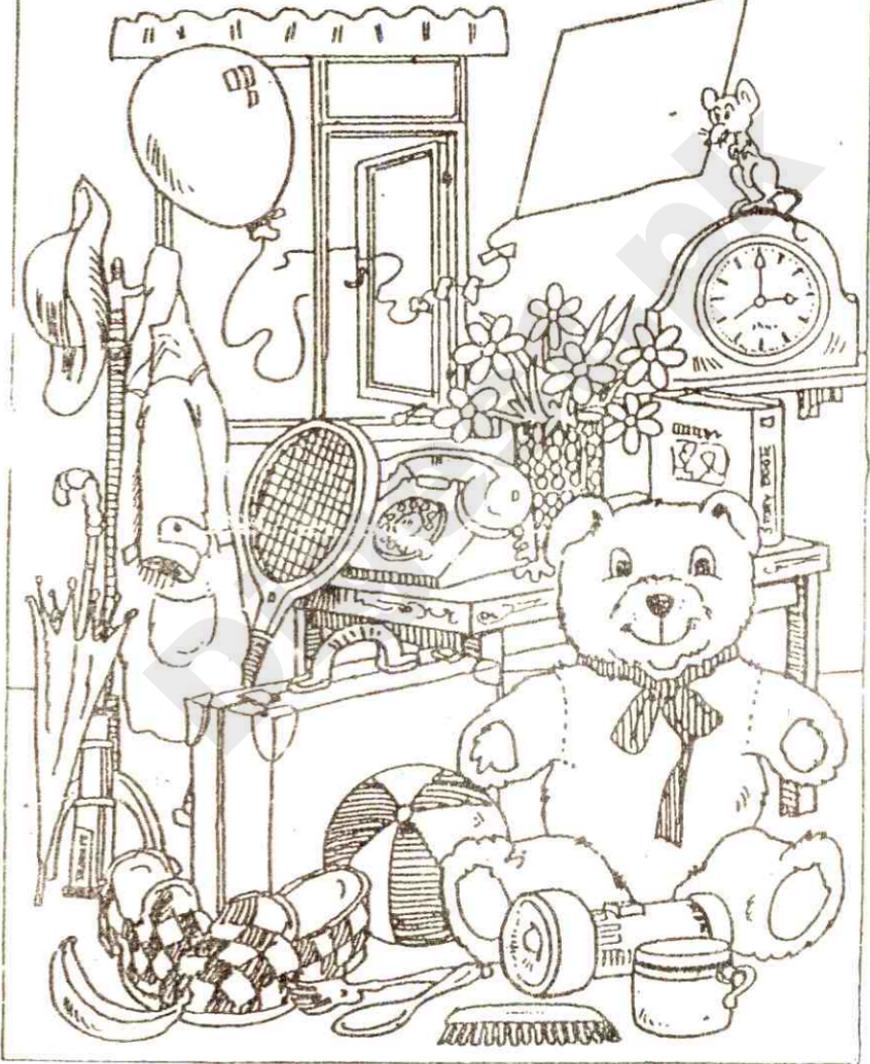
بینائی شرط ہے

اس تصویر میں مندرجہ ذیل چیزیں ڈھونڈ کر بتائیں

(۱) جالی (۲) لفافہ (۳) شیر کا سر (۴) پرندہ (۵) دو ہرن (۶) مرغی (۷) مٹھائی کا ڈبہ (۸) خرگوش (۹) تین انڈے

سعد اور محمود کو اپنے دوست کی سالگرہ میں پہنچنا ہے۔ دونوں نے اپنے دوست کے گھر پہنچنے کے لیے الگ الگ راستوں کا انتخاب کیا ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ سعد اور محمود میں سے کون سالگرہ میں پہنچ سکے گا؟